معاشرتی فلاح، اصلاح و کردار سازی سے متعلق تیرہ عنوانات کے ضمن میں چالیس
احادیثِ نبویہ کا مطالعہ اور چالیس صحابہ وصحابیات (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی زندگیوں کے خاکے

ہدایت کے چراغ

خواجہ عبدالحی فاروقی

علامہ زاہد محمود قاسمی

297
3
91

BEACON BOOKS

ہدایت کے چراغ

معاشرتی فلاح، اصلاح وکردار سازی سے متعلق تیرہ عنوانات کے ضمن میں چالیس احادیثِ نبویہ کا مطالعہ اور چالیس صحابہ وصحابیات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی زندگیوں کے خاکے

خواجہ عبدالحی فاروقی

علامہ زاہد محمود قاسمی

بیکن بکس
BEACON BOOKS
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 042-37320030
• گلگشت کالونی، ملتان فون: 061-6520790-6520791
E-mail:info@beaconbooks.com.pk
Web: www.beaconbooks.com.pk

297.1294 فاروقی، خواجہ عبدالحی

ہدایت کے چراغ / خواجہ عبدالحیٔ فاروقی

ملتان، لاہور -: بیکن بکس، 2010۔

ص104

1. حدیث۔

اشاعت : 2010ء

عبدالجبار نے
حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس لاہور
سے چھپوا کر بیکن بکس ملتان–لاہور
سے شائع کی۔

قیمت : -/100 روپے

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ بیکن بکس سے باقاعدہ تحریری اجازت لیے بغیر کہیں بھی شائع نہ کیا جائے۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے تو پبلشر کو قانونی کارروائی کا حق حاصل ہوگا۔

ISBN : 978 - 969 - 534 - 190 - 2

فہرست مضامین

باب اوّل: تیرہ عنوانات-چالیس احادیث

مضمون	صفحہ
ا۔جسم اور کپڑوں کی صفائی	11
۲۔وقت کی پابندی	13
۳۔اپنا کام آپ کرو	15
۴۔سادگی	17
۵۔سوال نہ کرنا...... بھیک نہ مانگنا	20
۶۔پڑوسی کا حق	22
۷۔حلال کمائی	24
۸۔ایثار وقربانی	26
۹۔استقلال	28
۱۰۔اتفاق	31
۱۱۔حسد	33
۱۲۔ماں باپ	35
۱۳۔رشتہ دار	37

باب دوم: چالیس صحابہ وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۱-خلیفہء اول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 41

۲-خلیفہء ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب قُرَشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 44

۳-خلیفہء ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عَفّان قُرَشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکن عشرہ مبشرہ، ذوالنورین 45

۴-امیر المؤمنین خلیفہء رابع حضرت علی ابن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 47

۵-حضرت زبیر بن عوام اَسَدِی، ابوعبداللہ، رکنِ عشرہ مبشرہ، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری اور پھوپھی زاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ 49

۶-حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب قُرَشی عَدَوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 50

۷-حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی 51

۸-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 52

۹-حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 52

۱۰-حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 53

۱۱-حضرت معاویہ بن ابی سفیان اُموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 54

۱۲-حضرت معاذ بن جبل اَنصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 54

۱۳-حضرت بلال بن رَباح تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 55

۱۴-حضرت جابر بن عبداللہ خزرجی سَلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 55

۱۵-حضرت حکیم بن حزام قُرشی اَسَدی، ابو خالد مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	56
۱۶-حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	57
۱۷-حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	60
۱۸-حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	64
۱۹-حضرت ابو ہریرہ دُوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	68
۲۰-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	71
۲۱-جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	73
۲۲-حضرت سلمان، الخیر، فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	75
۲۳-حضرت عبداللہ بن ابی اَوفی، علقمہ بن خالد اَسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	76
۲۴-حضرت سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ بن حارث ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	76
۲۵-حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	76
۲۶-حضرت عَرفَجہ بن شریح اَشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	77
۲۷-حضرت ثوبان حمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	78
۲۸-حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	79
۲۹-حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	80
۳۰-حضرت مالک بن سنان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	81
۳۱-حضرت مسطح بن اثاثہ قُرشی مُطلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	82
۳۲-اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	83
۳۳-اُم المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	91
۳۴-اُم المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا	92

۳۵-اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	95
۳۶-حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	97
۳۷-حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	99
۳۸-حضرت سیّدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا	100
۳۹-سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا	101
۴۰-حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق، اہلیہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین	104

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب اپنی ترتیب کے لحاظ سے بالکل اچھوتے انداز کی حامل ہے۔اس میں پہلے تو جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چالیس احادیث ہیں پھر چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات ہیں۔

چہل حدیث کا عنوان بڑا معروف ہے، اس پر کئی کتابیں اور کتابچے آپ نے دیکھے ہوں گے کیونکہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص میری ایسی چالیس احادیث یاد کرے جو اس کے دین میں کام آئیں تو وہ عالم شمار ہوگا اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔“

اس ارشادِ نبویؐ کے پیشِ نظر چہل حدیث مرتب کر کے شائع کرنے میں اہلِ علم کو بڑی دلچسپی رہی ہے تاکہ مسلمان بھائیوں، بہنوں، بچوں اور بڑوں سب کے لیے مذکورہ فضیلت حاصل کرنا آسان ہو۔مگر اس کتاب میں جو چہل احادیث ہیں ان کی ترتیب کا انداز سب سے مختلف ہے۔یہ خواجہ عبدالحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ہیں۔انہوں نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے مقصد کو سامنے رکھ کر تیرہ ایسے عنوانات قائم کیے جو کسی بھی صالح معاشرہ کے صالح افراد کے کردار کے اجزائے ترکیبی ہیں اور اسلام نے ان کی بھرپور تعلیم وترغیب دی ہے۔یہ عنوانات کتاب کی فہرست میں نمایاں ہیں۔

بچوں کو ان اعلیٰ اخلاقی ومعاشرتی قدروں کی اہمیت ومنفعت بتانے کے لیے مؤلف مذکور نے بڑے خوبصورت انداز میں قرآن کریم کی آیات اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر احادیث کے حوالے دیئے۔اس طرح جب یہ عنوانات مکمل ہو گئے تو ان میں مذکورہ احادیث مبارکہ پر مسلسل نمبر لگائے تو وہ چالیس ہوئیں۔

لہٰذا اس کتاب سے چہل احادیث یاد کرنے والوں کو چہل حدیث یاد کرنے کی فضیلت بھی ملے گی اور ساتھ اعلیٰ اخلاقی ومعاشرتی اصولوں کی تعلیم بھی۔اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بے شمار رحمتیں برسائیں کہ کیا خوب کام کیا۔

چونکہ یہ طویل عرصہ قدیم تحریر تھی اس لیے بعض الفاظ وتراکیب میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ ہم نے قارئین کی سہولت کے لیے بعض جملوں کی ترکیبیں بدلیں اور بعض الفاظ کے متبادل استعمال کیے تاکہ تحریر کی سلاست کسی قدر تازہ دم ہو اور اسلوبِ کلام کی قدامت ختم ہو جائے۔

اس کے علاوہ ہم نے ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کی فہرست بنائی جن کا اس کتاب میں تذکرہ آیا تھا، بچوں کی معلومات میں اضافہ کے لیے ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات بھی شامل کر دیئے۔

اب آپ کے لیے اس کتاب میں ہر اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف دستیاب ہے جس کا ذکر چہل احادیث والے تیرہ موضوعات میں کسی طرح سے بھی آیا ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی کی فہرست بنائی تو ان کی تعداد ۳۵ ہوئی۔ ہم نے پانچ کا اضافہ کر کے ان کا عدد بھی چالیس کر دیا ہے۔

کتاب کے مذکورہ بالا پس منظر کو دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اصل موضوع پر تعلیق بڑھ گئی ہے جو ایک غیر مناسب بات ہے مگر ہم اس مجموعہ کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں، کہ یہ دو ابواب پر مشتمل کتاب ہے پہلے باب میں اسلامی اخلاق واقدار کی تعلیم وترغیب ہے اور دوسرے میں ان شخصیات کی زندگیوں کا خاکہ ہے جو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان اخلاق واقدار کی پہلی نمائندہ جماعت کے افراد ہیں۔ اسی لیے اس کا نام ''چہل حدیث'' یا ''چالیس صحابہ کرام'' نہیں رکھا گیا بلکہ ''ہدایت کے چراغ'' طے پایا کیونکہ یہ نام کتاب کے دونوں حصوں میں قدرِ مشترک ہونے کے علاوہ غرضِ تالیف کو بھی نمایاں کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازیں، ہماری کوتاہیوں سے درگذر کریں۔ مؤلف، ناشر وقارئین سب کو دنیا وآخرت کی سرخروئی عطا فرمائیں۔

والسلام

زاہد محمود قاسمی

باب اوّل:

تیرہ عنوانات

چالیس احادیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

جسم اور کپڑوں کی صفائی

صاف ستھرا رہنے کی کوشش کریں، جسم اور کپڑوں کو میل کچیل، گندگی، ناپاکی اور داغ دھبوں سے بچائیں۔ اگر آپ انہیں صاف رکھیں گے تو سب لوگ آپ کی عزت کریں گے، محبت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اللہ پاک بھی آپ سے خوش ہوں گے۔ دیکھیں! اللہ پاک نے جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا کلام اُتارنا شروع کیا تو پہلے پہلے جو سورتیں اُتاریں ان میں ایک سورۂ مدثر بھی ہے، اس کی پہلی آیتوں میں یوں آتا ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. (۵،۴:۷۴)

اور اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح پاک وصاف رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔

قرآن کریم میں ایک اور جگہ فرمایا:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ. (۹:۲۸)

اس میں ایسے لوگ ہیں، جو خوب صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب صاف ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفائی کو بہت پسند فرماتے، اس پر زور دیتے، اور دوستوں کو تاکید کرتے۔ ارشاد فرماتے:

(۱) اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ. (مسلم)

"پاک وصاف رہنا آدھا ایمان ہے۔"

اگر ایک شخص روزانہ نہا نہیں سکتا تو اسے ہفتہ میں ایک بار ضرور نہانا چاہیے۔

(۲) غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَاَنْ يَسْتَنَّ وَاَنْ يَمَسَّ طِيْبًا. (بخاری)

''جمعہ کے دن کا نہانا ہر نوجوان کے لئے ضروری ہے اسے چاہئے کہ دانتوں کو مسواک سے صاف کرے اور خوشبو لگائے۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس ملنے کے لئے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال پریشان تھے، ارشاد فرمایا: کیا اس کے پاس اپنے بالوں کو درست کرنے کے لئے کچھ نہیں؟ ایک اور شخص پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑی جس کے کپڑے میلے تھے، ارشاد فرمایا: کیا اس کے پاس اپنے کپڑے دھونے کا سامان نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان حکموں کی وجہ سے جسم اور کپڑوں کی صفائی مسلمانوں کا قومی نشان بن گیا تھا، اور ہر مسلمان پاک وصاف رہنا مذہبی اور دینی فرض خیال کرتا تھا، ایک مرتبہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دوست حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں کل جنت میں گیا تو میں نے تمہارے جوتے کی آواز سنی، تم جنت میں مجھ سے پہلے کیسے پہنچ گئے؟ انہوں نے کہا میری عادت یہ ہے کہ اذان کہنے کے بعد ضرور ہی دو رکعت پڑھ لیتا ہوں، اور جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً دوسرا وضو کر لیتا ہوں۔

عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے لڑکے حضرت عدی فرماتے ہیں کہ جس روز سے میں مسلمان ہوا ہوں، ہر نماز کے وقت باوضو رہتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت صفائی پسند تھے، جب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا روزانہ غسل فرماتے، اچھے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگاتے۔

حضرت ابوقتادہ انصاری کے سر پر بڑے بڑے بال تھے، انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، کیا میں بالوں میں کنگھی کروں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں انہیں سنوارو، اپنے پیارے کے حکم کے بعد اُن کی یہ حالت تھی کہ وہ اکثر دن میں دو دو مرتبہ بالوں میں تیل ڈالتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو صاف ستھرے نئے کپڑے منگوا کر پہنے، اور کہا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص جس کپڑے میں مرے گا اُسی میں اٹھایا جائے گا۔

بچو! آپ بھی صاف ستھرے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ، اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام نیک بندے آپ سے محبت کریں۔

وقت کی پابندی

سب سے بڑی قیمتی چیز وقت ہے، آپ نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہوگا'' گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا'' اور بزرگوں سے سنا ہوگا'' اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت''، اگر آپ وقت کے پابند بن جائیں تو سب کام درست ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ وقت کی پابندی کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا. (۴:۱۰۳)

بے شک مسلمانوں پر نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام کاموں میں کونسا کام سب سے زیادہ پسند ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا. (بخاری)

''وقت پر نماز پڑھنا۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ اُس وقت تم کیا کرو گے، جب تمہارے مسلمان حاکم نمازوں کو فنا کر دیں گے، یعنی ٹھیک وقت پر نماز نہیں پڑھیں گے، بلکہ دیر کر کے پڑھیں گے، میں نے کہا پھر کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۴) صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا. (مسلم)

''تم اپنے وقت پر نماز پڑھ لیا کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ان تین باتوں میں ہرگز دیر نہ کرنا:

(۵) اَلصَّلٰوۃُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَھَا کُفُوًا. (ترمذی)

(۱) نماز، جب اس کا وقت آ جائے۔

(۲) جنازہ جب سامنے موجود ہو۔

(۳) اور بیوہ کو جب جوڑ کا خاوند مل جائے۔

اسلام کی تعلیم نے مسلمانوں میں وقت کی پابندی کی ایسی عادت پیدا کر دی تھی کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ اسے اپنی خاص چیز سمجھتے تھے، اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام طور پر حجاج بن یوسف کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اس نے دیر سے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے تو انہوں نے اُس کے ساتھ نماز پڑھنی چھوڑ دی، اور مکہ مکرمہ سے چلے گئے۔

خندق کی لڑائی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت پر عصر کی نماز نہ پڑھ سکے، یہاں تک کہ اُس کا وقت نکل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بہت غم ہوا، کفار کو بُرا بھلا کہنے لگے، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر شکایت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بازار میں تھا، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، صحابہ نے اپنی دکانیں بند کیں، اور سیدھے مسجد کو چلے گئے۔

عزیزو! آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ کس قدر اچھی بات ہے کہ انسان اپنا کام وقت پر کرے، ہر دن اپنا کام اپنے ساتھ لاتا ہے، اس لئے آج کا کام کل پر مت ڈالو۔

اپنا کام آپ کرو

دنیا کے تمام بڑے بڑے لوگ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے، اور اسے عیب نہیں سمجھتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس لئے تعریف کی کہ وہ اپنا کام خود کرتے تھے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا، يَا جِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرِ، وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ، اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ، وَاعْمَلُوْا صَالِحًا. (۳۴:۱۰،۱۱)

''اور ہم نے اپنے داؤد کو اپنی طرف سے کئی طرح کی بزرگی دی، ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ اے پہاڑو، تسبیح میں داؤد کے ساتھ ان کے جوابی بنو، اور ایسا ہی حکم پرندوں کو بھی دیا، اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو بھی نرم کر دیا کہ اس کی اچھی پوری پوری زرہیں بناؤ، اور کڑیوں کے جوڑنے میں مناسب اندازے کا خیال رکھو، اور داؤد کے خاندان کے لوگو، نعمتوں کے شکریہ میں نیک کام کرو۔''

ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو بہت پسند فرماتے تھے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان کو صدقہ دینا چاہئے۔ لوگوں نے کہا کہ جس شخص کے پاس کچھ نہ ہو، وہ کیا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(٦) يَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. (بخاری)

''اپنے ہاتھ سے کام کرکے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے، اور صدقہ دے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کام کرنے والے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

(٧) مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ كَانَ يَاكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ. (بخاری)

''جو شخص اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھانا کھاتا ہے، اُس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں ہوتے تو اپنا کام خود کرتے، جوتا گانٹھتے، کپڑا سیتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے۔ نہ صرف آپ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بھی گھر کا کام باری باری کرتی تھیں، ایک روز حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جَو پیسے اُس کی روٹی پکائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگیں، یہاں تک کہ سو گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اُنہیں جگایا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹوں کی جوئیں خود نکالا کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے دولت مند آدمی تھے، اُن کے پاس لونڈی غلام بھی بہت زیادہ تھے، مگر پھر بھی وہ اپنا کام خود ہی کرتے، رات کو تہجد کی نماز کے لئے اُٹھتے اور کوئی جاگتا نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے، اور کسی کو جگا کر اُس کی نیند خراب نہ کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اونٹنیوں کو چارہ کھلاتے، اور اُنہیں آٹا گھول کر پلایا کرتے، ایک شخص نے ایک دفعہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کی، جب وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹوں کے لئے پتیاں جھاڑ رہے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تھیں، مگر چکی پیستے پیستے اُن کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔

اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تھی، اُن کے پاس ایک گھوڑا تھا، جس کے لئے باغوں میں جا کر گھاس لایا کرتیں، ان کی زمین مدینہ پاک سے کچھ فاصلہ پر تھی، یہ وہاں روز جاتیں، کھجور کی گٹھلیاں سر پر رکھ کر لاتیں، انہیں کوٹ کوٹ کر اونٹوں کو کھلاتیں، مشک پھٹ جاتی تو سی لیتیں، آٹا گوندھتیں اور روٹی پکاتیں۔

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن کے حاکم تھے، اُن کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار دینار تھا، جب سرکاری خزانہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ رقم ملتی تو اُس کو غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم

کر دیتے، اور خود چٹائی بُن کر روزی پیدا کرتے۔

پھاوڑا چلاتے چلاتے ایک صحابی کے ہاتھ کالے پڑ گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا کیا تمہارے ہاتھوں پر کچھ لکھا ہوا ہے، انہوں نے کہا نہیں، پتھر پر پھاوڑا چلا کر اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے ہاتھ چوم لئے۔

بچو! آپ نے دیکھا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے بزرگ اور اُن کے حاکم اپنے ہاتھ سے کام کرنا پسند کرتے تھے، آپ بھی اس سے شرم نہ کریں، اور اُن کی زندگی کو اپنے لئے ہدایت کا چراغ بنائیں۔

سادگی

انسان کی زینت اُس کی سادگی سے ہے، جو لوگ تکلف سے کام لیتے ہیں، انہیں تکلیف ہی اٹھانی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتے ہیں کہ لوگ اس کی ہر نعمت سے فائدہ اٹھائیں، مگر تکلف اور بے جا خرچ نہ کریں، قرآن پاک میں آتا ہے:

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا
وَلَاتُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. (۷:۳۱)

''اے اولاد آدم! ہر ایک نماز کے وقت لباس وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرلیا کرو، اور کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچیاں نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلف اور فضول خرچی سے بہت نفرت تھی، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں کو برتنے سے روک دیا، جن سے تکلف اور غرور اور خود پسندی پیدا ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۸) مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبِسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ. (بخاری)

''جس شخص نے دنیا میں ریشم پہن لیا، اُسے آخرت میں ریشم پہننے کو نہیں ملے گا۔''

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا:

(۹) اَلْبِسُوْا ثِيَابَ الْبِيْضِ فَاِنَّهَا أُطْهَرُ وَاَطْيَبُ. (ترمذی)

''تم سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ وہ بہت اچھے اور پاکیزہ ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

(۱۰) مَنْ لَبِسَ شُهْرَةً فِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (ترمذی)

''جس شخص نے شہرت کے خیال سے کوئی کپڑا پہنا، قیامت کے روز اُس کو اللہ تعالیٰ ذلت اور رسوائی کا لباس پہنائیں گے۔''

یہ تو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں کا بیان تھا، اب ان پر عمل دیکھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک موٹی چادر اور موٹا تہبند نکال کر بتایا کہ ہمارے آقا اور دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک روح ان کپڑوں میں قبض ہوئی۔ جس فرش پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوتے تھے، وہ چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا۔

حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، ناز و نعمت کی زندگی گزارتے، امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے، اور اچھے سے اچھا کپڑا پہنتے تھے، جب مسلمان ہوئے تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی، جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو ان کی پہلی حالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد آ گئی اور بے اختیار رو پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مال بہت زیادہ ہوگیا، اور دوسری قوموں سے میل جول بھی بڑھنے لگا، مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جگہ حکم بھیج دیا کہ ہر شخص اسلام کی سادگی پر رہے، ایرانیوں کا طور طریق اختیار نہ کرے، ریشم نہ پہنے، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے، ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کے گھروں میں چھلنی نہ تھی، آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے، جو کچھ بچ رہتا اُس کو گوندھ کر پکا لیتے۔

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے، اور پانچ ہزار دینار سالانہ تنخواہ ملتی تھی، مگر انہوں نے اپنے لئے گھر نہیں بنایا، دیواروں اور درختوں کے سایہ میں پڑے

رہتے، ان کا تمام سامان یہ تھا ایک پیالہ اور ایک لوٹا، موت کے وقت اس کو بھی دیکھ کر روتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام کے سفر پر تشریف لے گئے تو اُنہوں نے اسلامی فوجوں کے سب سے بڑے حاکم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ملاقات کی، وہ اپنی اسی عربی سادگی پر تھے، بدن پر سادہ کپڑے اور سواری میں اونٹنی جس کی نکیل معمولی رسی کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کے خیمہ میں تشریف لے گئے تو وہ اور بھی زیادہ سادہ تھا، ڈھال، تلوار اور اونٹ کے کجاوہ کے سوا اور کوئی سامان نہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم ضروری ضروری چیزیں تو جمع کر لیتے، انہوں نے جواب دیا، امیر المؤمنین، ہمارے لئے یہی بس ہے۔

یہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ جن سے ملنے کے لئے جب رومی سفیر اسلامی لشکر میں آتے تو انہیں ہمیشہ فوج کے سردار کی پہچان میں بہت مشکل ہوتی، ایک مرتبہ ایک رومی سفیر آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہاں سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، آخر اس نے گھبرا کر پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے، لوگوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر دیا، اُس نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی معمولی وضع کا عرب زمین پر بیٹھا ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے امیر تھے، ان کی سادگی اور بے تکلفی کی یہ حالت تھی کہ خود بازار جا کر سودا خریدتے، اُسے پیٹھ پر لاد کر لاتے، اپنا تمام کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے، اور اپنے چمڑے کے لباس میں خود ہی پیوند لگاتے۔

سوال نہ کرنا...... بھیک نہ مانگنا

دنیا میں سب سے زیادہ بُرا آدمی وہ ہے جو بھیک مانگتا ہے، ہر دروازے پر کھڑے ہوکر گھنٹوں صدا لگاتا ہے کہ اسے ایک ٹکڑا روٹی کا مل جائے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو اگرچہ غریب اور محتاج ہیں، مگر کسی سے سوال نہیں کرتے، سورۂ بقرہ میں ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (۲:۲۷۳)

''خیرات تو اُن فقیروں کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر گئے ہیں، ملک میں کسی طرف جانا چاہیں تو جا نہیں سکتے، جو شخص ان کے حال سے بے خبر ہے، وہ ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے، لیکن تو ان کو دیکھے تو ان کی صورت سے ان کو صاف پہچان لے کہ محتاج ہیں، مگر لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔''

ہمارے اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱۱) اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى اَلْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ. (بخاری)

''اوپر والا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے، اور نیچے والا، مانگنے والا۔''

اور ایک حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ہے:

(۱۲) وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَنْ يَاخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبُ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَاتِيَ رَجُلًا فَيَسْاَلُهٗ اَعْطَاهُ اَوْمَنَعَهٗ.

(بخاری)

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ایک شخص اپنی رسّی لے، اور لکڑیوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر سوال کرے، اُس کا جی چاہے تو دے ورنہ نہ دے۔''

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ لوگ ابھی ابھی مسلمان ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے چند شرطیں پیش کیں، جن میں سے ایک یہ تھی:

(۱۳) لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا. (مسلم)

''تم کسی سے سوال نہیں کرو گے۔''

جن صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں پر یہ عہد کیا تھا، اس سختی سے وہ اس پر پابند تھے کہ ان کا کوڑا اگر جاتا تو کسی سے یہ نہ کہتے کہ ہمیں اٹھا کر دے دو، بلکہ خود سواری سے اُتر کر اٹھاتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی پر سوار ہوتے، اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تو اونٹنی کو بٹھاتے، اور اُتر کر لگام اپنے ہاتھ سے اُٹھاتے، لوگ کہتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ میں نے اپنے دوست محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد کیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔

ایک دفعہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص ہے کہ ذمہ داری کے ساتھ مجھ سے یہ عہد کرے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرے گا، میں اُس کے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں یہ عہد کرتا ہوں، چنانچہ اس کے بعد انہوں نے کسی سے کچھ نہ مانگا۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سوال سے اس قدر نفرت تھی کہ ایک بار تین روز تک بھوک رہے، مگر کسی سے کچھ نہ مانگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سوال سے پاک رہنے والے آدمی کا چہرہ دیکھنا چاہے وہ مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے۔

حکیم بن حزام ایک صحابی ہیں، انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگا، آپ نے دیا، پھر سوال کیا، پھر دیا، پھر مانگا، پھر دیا، اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مال نہایت میٹھا اور خوش رنگ ہے، جو شخص اس کو خوش دلی سے لیتا ہے، اللہ اُس میں برکت دیتا ہے، اور جو لوگ حرص اور طمع کے ساتھ اس کو حاصل کرتے ہیں، وہ برکت سے حصہ نہیں لے سکتے، ان کی مثال اس شخص کی ہے جو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، اس پر حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد کیا کہ وہ کسی سے کچھ نہ مانگیں گے۔

پڑوسی کا حق

دنیا میں لوگ مل جل کر رہتے ہیں، ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں حصہ لیتے ہیں، اور وقت پڑنے پر امداد بھی کرتے ہیں، اس کے علاوہ اس شخص کا حق زیادہ ہوتا ہے جو ہمارا پڑوسی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کا حکم دیتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ. (۴:۳۶)

"اور لوگو! اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ والے پڑوسیوں، اور اجنبی پڑوسیوں، اور پاس کے بیٹھنے والوں، سب کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔"

عزیزو! ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑوسی کے حق پر بہت زور دیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱۴) لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهٗ فِىْ جِدَارِهٖ. (بخاری)

"کوئی ہمسایہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے۔"

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نقل کرتی ہیں:

(۱۵) مَازَالَ جِبْرَئِیلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ. (بخاری)

''پڑوسی کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر نصیحت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو وارث بنادیں گے۔''

ایک اور حدیث میں اس طرح آتا ہے:

(۱۶) وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ وَمَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. (بخاری)

''اللہ کی قسم وہ شخص ایمان والا نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کی شرارتوں سے اُس کے پڑوسی امن میں نہ ہو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

(۱۷) مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ. (بخاری)

''جو شخص کہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا:

(۱۸) لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاةٍ. (بخاری)

''کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو بکری کا پایہ تک تحفہ دینے میں شرم نہ کرے۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱۹) اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَکْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِیْرَانَکَ. (مسلم)

''جب تم شوربا پکاؤ تو اُس میں پانی زیادہ ڈال دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔''

ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، ان دونوں میں سے کس کو تحفہ دوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، دونوں میں سے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ بکری ذبح کی، ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے ہمسایہ کے پاس بھی گوشت بھیجا یا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گوشت کی گٹھڑی دیکھی تو فرمایا: تم لوگ اپنے پڑوسیوں اور چچیرے بھائیوں کے لئے اپنی بھوک نہیں مارتے۔

حلال کمائی

جو لوگ رشوت لیتے ہیں، حرام روزی کماتے ہیں، جھوٹ اور فریب سے مال حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی روزی میں برکت نہیں دیتے، ہر شریف آدمی اُنہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، یہ حرام کی کمائی یا تو اُن کی زندگی ہی میں حرام میں چلی جاتی ہے یا پھر ان کی اولاد خراب کر دیتی ہے، حلال کی کمائی اگرچہ تھوڑی ہو مگر اس میں برکت ہوتی ہے، اور اُس کا نتیجہ بھی اچھا نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ. (۲:۲۷۶)

''اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔''

(۲۰) يَاۡتِىۡ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَايُبَالِى الۡمَرۡءُ مَاۤاَخَذَمِنۡهُ اَمِنَ الۡحَلَالِ اَمۡ مِنَ الۡحَرَامِ. (بخاری)

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جب ایک شخص بالکل اس کا خیال نہیں کریگا کہ یہ چیز اس کو حلال طریقہ سے ملی ہے یا حرام سے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال کمائی کی تعریف اس طرح فرمائی:

(۲۱) مَنۡ تَصَدَّقَ بِعَدۡلِ تَمۡرَةٍ مِنۡ كَسۡبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقۡبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا مِنۡهُ بِيَمِيۡنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيۡهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّىۡ اَحَدُكُمۡ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوۡنَ مِثۡلَ الۡجَبَلِ. (بخاری)

''جو شخص حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے، اور اللہ تو حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے، تو اللہ اُس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے،

پھر صدقہ دینے والے کے لئے اُس کو پالتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

جس شخص کی کمائی حرام کی ہو اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول نہیں کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(۲۲) اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، وَ قَالَ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَارَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَالرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَاَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ. (مسلم)

''اللہ پاک ہے، وہ پاک ہی چیز قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس کا اُس نے رسولوں کو حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، اور نیک کام کرو، اور فرمایا اے مسلمانو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے حلال چیزیں کھاؤ، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان بال، غبار سے اَٹا ہوا، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر پکارتا ہے اے رب، اے رب، مگر اُس کا کھانا، پینا، لباس، اور غذا سب حرام کی ہے، بھلا اس کی دُعا کیا قبول ہوگی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال کمائی کو فرض بتلایا:

(۲۳). طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. (شعب الایمان)

''نماز روزہ کے بعد حلال کمائی کی تلاش فرض ہے۔''

اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان حکموں کے بعد کتنے لوگ ہیں، جنہیں یہ تعلیم یاد ہے، تمام صحابہ اگرچہ تجارت اور زراعت سے اپنا گزارہ کرتے تھے، مگر جب کبھی وہ کسی پیشہ کو دیکھتے کہ اس سے پاک روزی ملتی ہے تو فوراً اُسے اختیار کر لیتے، چنانچہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چٹائی بُنا کرتے تھے، ایک صحابی کے ہاتھ پھاوڑا چلاتے چلاتے سیاہ پڑ گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے ہاتھ چوم لئے، اصحاب صفہ کی یہ حالت تھی کہ وہ رات کو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور دن کے وقت میٹھا پانی لاتے، جنگل سے لکڑیاں توڑ کر جمع کرتے، بکریاں پالتے اور اس طرح اپنی روزی حاصل کرتے۔

ایثار و قربانی

عام لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ذاتی فائدے کی خاطر پوری قوم کو نقصان پہنچا دیتے ہیں اور اُسے بُرا نہیں سمجھتے، شریف انسان وہ ہے جو قوم کے لئے اپنے فائدے کو قربان کر دے، ایسے شخص کی سب عزت کریں گے، قرآن پاک نے بار بار انصار کی تعریف کی ہے، اس لئے کہ انہوں نے اپنے ذاتی فائدہ کو قوم پر قربان کر دیا:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (۹:۵۹)

''اور جو ان سے پہلے مدینہ میں رہتے، اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے، اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور مہاجرین کو جو کچھ بھی دے دیا جائے، اس کی وجہ سے یہ اپنے دل میں اُس کی کوئی طلب نہیں پاتے، اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو، مہاجرین بھائیوں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔''

بچو! دیکھو دوسروں کی خاطر اپنا آرام قربان کر دینے پر کس قدر ثواب ملتا ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۲۴) رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَاعَلَيْهَا. (بخاری)

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن پاسبانی کرنا دنیا اور اس کے تمام ساز و سامان سے بہتر ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے اور فرماتے:

(۲۵) اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (بخاری)

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، عجب نہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں میں صلح کرادیں۔''

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صلح کر لی اور خلافت سے الگ ہو گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ایثار اور قربانی کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان آپس کی لڑائی سے بچ گئے اور سب کے سب ایک ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کے بہت سے حصے شمار کئے، سب سے چھوٹا حصہ یہ بتایا:

(۲۶) اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ. (بخاری)

''راستہ سے تکلیف دینے والی چیزوں کو دور کرنا۔''

اب اس پر عمل دیکھئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری حج میں جو خطبہ دیا اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں جس قدر قتل ہوئے ہیں، ان کے تمام جھگڑے میں ملیا میٹ کرتا ہوں، پہلا خون جو میں چھوڑتا ہوں، وہ میرے اپنے خاندان کا ہے، ایسے ہی جاہلیت کے زمانہ کا سود مٹادیا گیا، سب سے پہلے میں اس تمام کو چھوڑتا ہوں جو میرے خاندان کا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ سال تک مسلمانوں کے خلیفہ رہے، اس تمام زمانہ میں انہوں نے اپنی ذاتی ضرورتوں کے لئے ایک دانہ بھی بیت المال سے نہیں لیا، اگر ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ کا حساب رکھیں تو پانچ ہزار درہم سالانہ کے حساب سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساٹھ ہزار درہم مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیئے۔

جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کو گھیر لیا، اور کئی روز تک کھانے پینے کا سامان تک اندر نہ جاسکا تو مہاجرین، انصار اور آپ کے سینکڑوں غلاموں نے لڑنے کی اجازت مانگی، مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فرمایا کہ میں اپنی ذات کے لئے خون کا ایک قطرہ بھی بہانا پسند نہیں کرتا۔

استقلال

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کبھی بہت زور کی بارش ہوتی ہے تو سب کا سب پانی بہہ جاتا ہے، اور زمین کے اندر پانی کم جاتا ہے لیکن اگر تھوڑی تھوڑی بارش دیر تک ہوتی رہے تو وہ زمین کے اندر جذب ہوتی جاتی ہے، اس سے کھیتی لہلہانے لگتی ہے اور چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا ہے، آپ نے بڑے بوڑھوں سے سنا ہوگا کہ اگر ایک قطرہ برابر گرتا رہے تو پتھر میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے، استقلال اور ثابت قدمی کا یہی مطلب ہے اس سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ایسے ہی لوگوں پر نازل ہوتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلَائِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ وَنَحْنُ اَوْلِیَاءُ کُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَشْتَھِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَدَّعُوْنَ نُزُلاً مِنْ غَفُوْرِ الرَّحِیْمِ. (۴۱:۳۰ تا ۳۲)

''بیشک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ پاک ہی ہمارے رب ہیں، پھر اسی عقیدہ پر جمے رہے، ان پر رحمت کے فرشتے اُتریں گے کہ آئندہ کے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ کرو، اور نہ گزشتہ کے لئے کسی طرح کا رنج، اور

بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، اب اُس کی خوشیاں مناؤ، دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے مددگار تھے، اور آخرت میں بھی ہوں گے، اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا تمہارے لئے بہشت میں موجود ہوگی، اور جو چیز تم طلب کرو گے، وہاں حاضر، یہ بخشنے والے مہربان خدا کی طرف سے تمہاری ضیافت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ پاک کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام کونسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۲۷) اَدْوَمُهُ وَاِنْ قَلَّ. (بخاری)

''وہ کام جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔''

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک عورت کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یہ فلاں ہیں، جو اپنا تمام وقت نماز میں گزارتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا:

(۲۸) مَه عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ. (بخاری)

''چھوڑیئے، تم پر لازم ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق کام کرو، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نہیں تھکتے، یہاں تک کہ تم خود ہی تھک جاؤ گے، اللہ پاک سب سے زیادہ اُس کام کو پسند کرتے ہیں جسے آدمی ہمیشہ کرتا رہے۔''

سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اسلام میں مجھے ایسی بات بتلا دیجئے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۲۹) قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ. (مسلم)

''یہ کہو کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، اور پھر اُس پر جم جاؤ۔''

اب اس ہمیشگی اور استقلال کی عجیب وغریب مثال بھی سن لیجئے:

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نیکی، پرہیزگاری اور عبادت کی زیادتی کی وجہ سے خاص طور پر مشہور تھے، دن کو عموماً روزہ رکھتے اور ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا، اور پوچھا کہ کیا تم نے عہد کر لیا ہے کہ دن روزے میں اور رات عبادت میں گزارا کرو گے، انہوں نے کہا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے، روزہ رکھو، اور افطار کرو، نمازیں پڑھو اور آرام کرو، مہینہ میں صرف تین دن روزے رکھو، ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملے گا۔

عبداللہ نے جواب دیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا، ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو، بولے میں اس سے بھی زیادہ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو، اور ایک دن افطار کرو، یہی حضرت داؤد علیہ السلام کی عادت تھی، اور یہ روزوں کی سب سے بہتر صورت ہے، عرض کی، میں اس سے بھی بہتر روزہ رکھ سکتا ہوں، فرمایا اس سے بہتر کوئی روزہ نہیں۔

غرض حضرت عبداللہ تمام عمر روزہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کرتے رہے، رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے، قرآن پڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کر دیتے، آخری عمر میں جب کمزور ہو گئے تو یہ عبادت مشکل معلوم ہونے لگی، فرمایا کرتے، کاش میں اپنے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت قبول کر لیتا۔

اتفاق

مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں حصہ لینے کا نام قومی زندگی ہے، اگر لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں، تو اس سے وہ خود ہی کمزور ہو جائیں گے، اُن کی ہوا اُکھڑ جائے گی اور دشمنوں پر سے اُن کا ڈر اور خوف اُٹھ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے مل کر رہنے کی بڑی تاکید کی ہے فرمایا:

اِعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (۳:۱۰۳)

''سب مل جل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا، اور فرقہ فرقہ نہ بن جانا۔''

دوسری جگہ حکم ہوا:

لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ. (۸:۴۶)

''آپس میں نہ جھگڑا کرنا ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ اتفاق سے رہیں، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہودی ۷۱ فرقوں میں، اور نصاریٰ ۷۲ میں بٹ گئے، اور میری اُمت کے ۷۳ فرقے بن جائیں گے، جن میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہوگا باقی سب دوزخ میں جائیں گے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا، جنت میں جانے والے کون ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جو جماعت کے ساتھ رہیں گے، لوگوں نے کہا کہ وہ کس رستہ پر چلتے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۳۰). مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ. (حاکم)

''میرے اور میرے دوستوں کے راستہ پر ہوں گے۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(۳۱) مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ. (ابوداؤد)

''جوشخص ایک بالشت کے برابر بھی جماعت سے الگ ہوا اس نے اپنی
گردن سے اسلام کا حلقہ نکال باہر کیا۔''

حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

(۳۲) اِنَّهُ سَيَكُوْنُ هَنَاتٌ وَّ هَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَن يُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ. (مسلم)

''قریب ہے کہ شر و فساد ہوگا، پس جو شخص کہ یہ ارادہ کرے کہ اس اُمت
میں جدائی ڈال دے، حالانکہ وہ اکٹھی ہو تو اس کو تلوار سے مار ڈالو، خواہ وہ
کوئی شخص ہو۔''

مل جل کر رہنے کی بہترین مثال نماز ہے۔

زکوٰۃ کا روپیہ دولت مندوں سے لیا جاتا ہے تاکہ اُس قوم کے غریب مسلمانوں کی مدد ہو سکے، اور سب کے سب ترقی کر سکیں۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک جگہ پر جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا نام حج ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست جب تک اکٹھے ہو کر رہے دنیا کی کوئی طاقت اُن کو شکست نہ دے سکی، اور جب وہ آپس میں لڑنے لگے تو خود ہی ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگے۔

بچو! اس سے سبق سیکھو، کبھی آپس میں نہ لڑو، اور مل جل کر رہنے کی کوشش کرو۔

حسد

تمام بیماریوں میں سے بُری بیماری حسد ہے، اس سے انسان کی تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں، حسد کرنے والے سے سب نفرت کرتے ہیں، یہ اتنا بڑا گنا ہے کہ خود قرآن میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ حاسد کی برائیوں سے پناہ مانگیں:

مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ. (۵:۱۱۳)

''(میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں) حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۳۳) وَلَا تَحَاسَدُوْا. (بخاری)

''اور آپس میں حسد نہ کرنا۔''

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۳۴) رَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلِکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ هِیَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ. (ترمذی)

''تم میں وہی بیماری آ گئی ہے جو تم میں سے پہلے لوگوں میں تھی، یعنی حسد اور بغض، یہ مونڈنے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بال مونڈتی ہے بلکہ دین ہی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۳۵) اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَاتَاکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (ابوداؤد)

''تم حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔''

دو جہان کے آقا اور سردار ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام دوست حسد کی بیماری سے بالکل پاک تھے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو تمام مسلمانوں نے ان کو اپنا امیر مان لیا، اوران کے ہاتھ پر بیعت کی مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے الگ رہے، اس سے مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا کہ اس کا کیا سبب ہے، کچھ مدت کے بعد خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، اور اُن سے کہا کہ آپ کی بزرگی اور بڑائی کو ہم سب مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتنا بڑا احسان کیا کہ آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر بنا دیا، اور ہمیں اس پر کوئی حسد نہیں، یہ الفاظ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔

جب اس طرح دونوں کی صفائی ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے، ظہر کی نماز کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی، اور وہ وجہ بیان کی جس کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اب تک اُن کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے خلیفہ کی بزرگیاں بیان کیں، پھر فرمایا کہ اب تک جو میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی تو ہرگز اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ میں ان پر حسد کرتا تھا، بلکہ بات صرف اتنی تھی کہ میں اپنے آپ کو خلافت کا حق دار خیال کرتا تھا، اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اس تقریر سے سب لوگ خوش ہو گئے اور آپس کی ناراضگی دور ہوگئی۔

ماں باپ

دنیا میں سب سے بڑی نعمت انسان کے لئے اس کے والدین ہیں، جن کا ادب کرنا ہمارا سب سے بڑا فرض ہے، وہ لوگ کس قدر بدقسمت ہیں جن کے ماں باپ زندہ ہیں، اور وہ جنت میں جانے کا سامان تیار نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا. (۱۷:۲۳،۲۴)

''اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو اُن کو اُف تک نہ کہنا، اور نہ انہیں جھڑکنا، اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا، اور عاجزی سے اُن کے آگے جھکے رہو، اور اُن کے لئے دعا کرو کہ اے رب جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے آپ بھی ان پر رحم فرمائیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے بڑے گناہ گن رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۳۶) اَلْكَبَائِرُ اَلْاِ شْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ. (بخاری)

''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی، ان میں سے دوسری بات یہ تھی:

(۳۷) وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ. (احمد)

''اور تو اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کر، اگرچہ وہ تمہیں حکم دیں کہ تم اپنے اہل وعیال اور مال ودولت سے الگ ہو جاؤ۔''

ایک دفعہ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میرے پاس دولت ہے اور میرا باپ غریب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اور تمہاری دولت دونوں تمہارے باپ کے ہیں۔

مروان اکثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا دیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے، اور اُن کی والدہ پاس ہی دوسرے خیمہ میں تھیں، تو جب یہ اپنے خیمہ سے نکلتے اور اُس میں داخل ہوتے تو دونوں وقت اپنی والدہ کو سلام کہتے ان کی والدہ جب تک زندہ رہیں انہوں نے اُن کے بغیر حج کرنا پسند نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا، تو ایک سے پوچھا یہ تمہارا کون ہے، اُس نے جواب دیا، یہ میرے باپ ہیں، آپ نے فرمایا اس کا نام لے کر نہ پکارو، اس کے آگے نہ چلو اور اس سے پہلے نہ بیٹھو۔

رشتہ دار

جولوگ ہمارے عزیز اور قریب ہیں، ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا، نیک سلوک کرنا اور مصیبت کے وقت اُن کی مدد کرنا بڑی اچھی بات اور نفع کی چیز ہے، قرآن پاک میں آتا ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ. (۱۷:۲۶)

''اور رشتہ داروں کو اُن کا حق ادا کرو۔''

رشتہ داروں کو بھوک کے وقت کھانا کھلانے کی بڑی تعریف کی۔

اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ. (۹۰:۱۴و۱۵)

''بھوک کے دن یتیم رشتہ دار کو کھانا کھلانا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے آقائے دو جہان رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۳۸) مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَلَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ. (بخاری)

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی روزی میں کشادگی ہو اور اُس کی عمر میں زیادتی، تو اُسے چاہیے کہ وہ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرے۔''

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

(۳۹) لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ. (شعب الایمان)

''اس قوم پر رحمت نہیں اُترتی جس میں رشتہ کا کاٹنے والا ہو۔''

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۴۰) لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَّلَا عَاقٌّ وَّلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ. (نسائی)

''احسان رکھنے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا، یہ تینوں جنت میں نہیں جاسکیں گے۔''

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے رشتہ داروں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

حضرت مسطح، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ داروں میں سے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ کے لئے اُن کا وظیفہ مقرر کردیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا دیا تو اُس کو انہوں نے اپنے ایک کافر بھائی کے پاس بھیج دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک یہودی رشتہ دار کے لئے ایک جائیداد کی وصیت کی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کرتی تھیں، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تعریف میں کہتی تھیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر زیادہ دین دار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ سچی اور رشتہ داروں کے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی۔

عزیزو! ہمارے سردار وآقا کی چالیس حدیثیں ختم ہوگئیں، آپ ان کو یاد کر کے ان پر عمل کریں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، وہ ہم سب کے گناہوں کو بخشیں، اور ہم سب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ (آمین یارب العالمین)

باب دوم:

چالیس صحابہ وصحابیات

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱-خلیفہءِ اول امیر المؤمنین

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم گرامی ''عبداللہ''، کنیت ''ابوبکر'' اور لقب ''صدیق وعتیق'' ہے۔ مُرّہ بن کعب پر ان کا سلسلہ نسب جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔

والد گرامی کا نام ''ابوقحافہ عامر بن عثمان تھا اور یہ ۱۴ھ میں ستانوے برس عمر پا کر فوت ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اوّل اوّل ہی اسلام قبول کیا مگر ان کے والد ابوقحافہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ ''اُم الخیر سلمیٰ بنت صخر'' چالیسویں نمبر پر اسلام لائیں۔ طویل عمر پا کر اپنے فرزند بخت بلند کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں ایک بڑے امانتدار و سچے تاجر کی حیثیت سے معروف تھے۔ قریشی معاشرہ میں بڑے اہم عہدہ پر تھے۔

بچپن سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص تعلق تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو پختہ عمر مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے۔

اسلام لاتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں سرتاپا شریک ہوگئے۔ دین اسلام کی دعوت ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔ آپ ہی کی دعوت سے حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوسلمہ اور حضرت خالد بن سعید جیسے لوگ اسلام لائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دین کے لیے آنے والی ہر تکلیف کو خوش آمدید کہا اور اپنا سب کچھ دین پر قربان کیا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو ساتھ لیا۔ سفرِ ہجرت کا سارا بندوبست آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذمہ لیا۔ اپنا گھر، خاندان، بیوی، بچے، مال، جائیداد سب کچھ چھوڑ کر اور پورے مکہ کی دشمنی مول لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے۔ دورانِ سفر کی مشقتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لئے زمین خریدی گئی تو اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کی۔

ہر غزوہ میں شریک رہے۔ گویا اسلام و ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لازم وملزوم تھے، ہر دُکھ سکھ میں آپ آگے آگے رہے۔ غزوہ تبوک میں گھر کا تمام سامان فی سبیل اللہ پیش کر دیا۔

۹ ھ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ حج بنا کر حج کے لئے روانہ فرمایا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سب مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ خود جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو نمازوں کی امامت پر مقرر فرمایا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے نظام کو عین شریعت کے مطابق قائم رکھا۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا قلع قمع کیا۔ مرتدین کی سرکوبی کی، منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا۔

جنگ یمامہ میں بہت سارے صحابہ کرام شہید ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم کو کتابی شکل میں جمع کرا دیا تاکہ محفوظ ہو جائے۔

عراق و شام کی طرف فوجیں بھیجیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو بڑی بڑی فتوحات ہوئیں ان کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈالی تھی۔

جمادی الاول ۱۳ھ میں سردیوں کے موسم میں بخار ہوا، پندرہ دن تک شدید بخار رہا، مسجد تشریف لانے سے معذور ہو گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے فرائض پر مامور کیا۔

جب مرض بڑھتا چلا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خلافت کا عہد نامہ لکھوایا۔

اس کے بعد گھریلو معاملات کی طرف متوجہ ہوئے۔ بیت المال کے مقروض تھے

اس قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی نیز فرمایا ہمارے پاس مسلمانوں کے مال سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں ہیں میرے انتقال کرتے ہی یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دی جائیں۔

میری وفات کے بعد گھر میں دیکھنا اگر کوئی اور چیز بھی بیت المال کی نکلے تو وہ بھی ان کے پاس بھیج دینا۔

فرمایا: ''اس وقت میرے بدن پر جو کپڑے ہیں انہیں کو دھو کر میرا کفن بنانا۔''

وصیت کے بعد پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ بتایا گیا کہ ''پیر'' کا دن ہے۔ پوچھا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال کس دن ہوا تھا؟ بتایا گیا ''پیر کے دن'' فرمایا تو میری آرزو بھی یہی ہے کہ آج دنیا سے کوچ کروں چنانچہ اسی دن کی شام میں اواخر جمادی الاخری ۱۳ھ کو انتقال فرمایا۔

وصیت کے مطابق اسی رات تجہیز و تکفین کا بندوبست ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

زبانِ نبوت سے نکلے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاریاں، نظام خلافت کو ترتیب دینے میں حُسنِ تدبر اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق و اوصاف، یہ سب ایسے موضوعات ہیں جن کی تفصیل کے لئے ایک پوری کتاب درکار ہے۔

۲-خلیفہِ ثانی امیر المؤمنین

حضرت عمر بن خطاب قُرشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریشی سرداروں میں سے تھے، زمانہ جہالت میں سفارت کا عہدہ انہیں کے پاس رہا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس مردوں اور گیارہ خواتین کے بعد اسلام لائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور خاص دعا فرمائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے اِسلام کو بڑی قوت ملی۔

غزوہ بدر اور دیگر تمام معرکوں میں شریک رہے۔

جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مثالی کارنامے سرانجام دیئے، کاروبار سلطنت کو مختلف محکموں کی صورت میں منظم کیا۔ اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا، ملک شام، عراق وغیرہ فتح کئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی "موت کامل نصیحت کرنے والا واعظ ہے"

قد کے لمبے اور رنگ کے گورے تھے، مالداری نہ تھی پھر بھی خوشی وآسودگی سے رہتے، آنکھیں سرخ تھیں، واقدی کہتے ہیں ۱۸ھ میں ایک شدید قحط آیا تھا۔ اس دوران مسلسل زیتون کھانے سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گندم گوں ہو گیا تھا۔

کئی سارے معاملات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق قرآن میں احکام اترے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تقریباً ساڑھے دس سال خلیفہ رہے۔ یکم محرم الحرام ۲۳ھ میں شہید کئے گئے۔ اُم

المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضا۔

۳-خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین

حضرت عثمان بن عفّان قُرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رکن عشرہ مبشرہ، ذوالنورین

شروع زمانہ میں اسلام لائے، دوبار ہجرت کی، یکے بعد دیگرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔

واقعہ فیل سے چھٹے سال میں پیدا ہوئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے چونکہ اس وقت آپ کی زوجہ حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری میں مصروف رہے۔

غزوۂ تبوک میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے راہِ للّٰہ پیش کیے۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری رات عبادت کرتے ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کرتے۔

میانہ قد، خوب رُو، نرم خو، لمبی داڑھی، گندمی رنگ اور وسیع چوڑی چھاتی کے مالک تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری اوقات میں اپنے بعد خلیفہ کی نامزدگی کے لئے جن چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ایک رکن تھے اور اس کمیٹی نے آپ ہی کو خلیفہ منتخب کیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے تیسرے دن اوائل محرم الحرام ۲۴ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے تھے۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں اپنے گھر کے اندر مظلومانہ شہید کیے گئے۔ شام

سے آئے ہوئے نومسلموں اور جوشیلے نوجوانوں نے غلط فہمیوں کا شکار ہوکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بلوہ کیا، ساتھیوں کی طرف سے بار بار درخواست کی گئی کہ آپ اجازت دیں تو ان بلوائیوں کا قلع قمع مشکل نہیں ہے، فرمایا میں اپنی جان بچانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں مسلمانوں کا خون بہانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

یہ پیشکش بھی ہوئی کہ آپ مدینہ منورہ شہر سے باہر قیام کرلیں وہاں شر پسندوں سے نمٹ لیا جائے گا، فرمایا اگر میری موت کا وقت آ ہی گیا ہے تو شہرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہر جا کر کیوں جان دوں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محصور تھا۔ اسی دوران ہمارا ایک آدمی قتل کیا گیا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اب تو ہماری طرف سے قتال جائز ہے کیونکہ انہوں نے ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ فرمایا:

> ''اے ابو ہریرہ تمہیں قسم ہے، اپنی تلوار پھینک دو، انہیں میری جان مطلوب ہے، میں اپنی جان قربان کر کے مؤمنین کو بچاؤں گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسی دن سے تلوار پھینک دی ہے اور آج تک معلوم نہیں کہاں ہے۔

بالآخر ۳۵ھ کے ایامِ تشریق کے دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

> ''لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے اپنے لئے فتنہ کا ایسا دروازہ کھول لیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔''

۴-امیر المؤمنین خلیفۂ رابع

حضرت علی ابن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جناب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام لائیں اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود جنازہ پڑھایا اور قبر میں اُتارا۔

اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سب سے پہلے ایمان لائے، اور سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ''سب سے پہلا شخص میں ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔''

ہجرت کی، بدر، اُحد اور باقی معرکوں میں شریک رہے البتہ غزوۂ تبوک میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود انہیں مدینہ منورہ کا والی بنا کر چھوڑ گئے اور فرمایا ''تم میرے بعد ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہارون علیہ السلام تھے لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔''

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کی اور فرمایا ''میں نے تمہاری شادی دنیا وآخرت کے سردار سے کی ہے۔''

غدیر خم کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کا مولیٰ ہے۔''

غزوۂ خیبر کے دن جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''صبح میں ایسے آدمی کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ و اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محبت فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائیں گے۔

صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نوعمری میں ہی یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تو عرض کیا یا رسول اللہ میں تو قضاء کا علم نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور فرمایا:

''اے اللہ اس کے دل کو ہدایت اور زبان کو راستی عطا فرمایئے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں تذبذب نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ:

''علی کرم اللہ وجہہ ہم میں بڑے قاضی ہیں اور اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے قاری ہیں۔''

جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے اسی دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، مہاجرین وانصار سب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شام کے گورنر تھے، نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اختلاف کیا، جو ان کے اپنے اجتہاد پر مبنی تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کا ایک معاہدہ کیا جسے معاہدہ تحکیم کا نام دیا گیا۔ اس پر خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف ہوگئے اور انہیں کافر بتانے لگے۔ انہوں نے اپنی گروہیت قائم کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہروان کے مقام پر ان سے لڑائی کی جس میں خارجیوں کی اکثریت ماری گئی۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم بچ گیا۔ جس نے سازش کر کے ۴۰ھ کی ایک جمعہ کی رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کردیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سراپا کچھ یوں تھا:

''میانہ قد، سرگیں آنکھیں، حسین چہرہ، چوڑے کندھے، نرم ہتھیلیاں، لمبی داڑھی، جسم ذرا موٹاپا کی طرف مائل ہڈیاں اور جوڑ مضبوط تھے۔ سر کے بال صاف رکھتے۔''

۵-حضرت زبیر بن عوام اَسَدِی، ابوعبداللہ، رکنِ عشرہ مبشرہ، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری اور پھوپھی زاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۶ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ تمام غزوات میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ ان کے چچا انہیں چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دیتے اور کہتے اسلام چھوڑ دو، یہ کہتے اب میں کبھی بھی اسلام نہ چھوڑوں گا۔

ان کے سینہ میں تیروں اور نیزوں سے لگنے والے زخموں کے کافی نشان تھے۔ ایک صاحب کہتے ہیں میں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں نے زخموں کے جتنے نشانات آپ کے جسم پر دیکھے ہیں کسی اور کے جسم پر نہیں دیکھے؟ فرمایا ہاں، ان میں ہر ایک زخم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہوتے ہوئے لگا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپ کو خراج دیتے مگر اس سب رقم میں سے ایک درہم بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں نہ جاتا بلکہ سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا جاتا۔

قد کے لمبے تھے، سواری پر بیٹھتے تو پاؤں زمین پر لگتے، بال گھنے اور چہرہ روشن تھا۔

۳۶ھ میں جنگِ جمل میں قتل کیے گئے۔ بصرہ کے اطراف میں وادی سباع نامی مقام آپ کا مدفن ہے۔

عمرو بن جرموز جو آپ کا قاتل تھا اسے مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرفتار کر لیا، آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو انہیں خط لکھا:

''تمہارا کیا خیال ہے، میں اپنے والد کے بدلہ میں بنی تمیم کے ایک دیہاتی کو قتل کروں گا؟ اسے چھوڑ دو۔''

٦-حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب قُرشی عَدَوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بچپن ہی میں اسلام لائے، اپنے والدِ گرامی کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ غزوۂ احد میں کم سن ہونے کی وجہ سے شامل نہ کئے گئے البتہ غزوۂ خندق، بیعتِ رضوان اور بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے سنا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عبداللہ صالح آدمی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''قریشی نوجوانوں میں سے عبداللہ دنیا کے معاملہ میں سب سے بڑھ کر اپنے آپ پر قابو رکھنے والا ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

''ہم میں سے ہر ایک دنیا کی طرف مائل ہوا سوائے عمر کے بیٹے کے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٦٠ سال لوگوں کو دین کے احکام بتائے۔''

حافظ ابونعیم کہتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد میں بھی قوی تھے اور عبادت کرنے میں بھی، آخرت کا بڑا دھیان رکھتے اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی پیروی میں بڑے پختہ تھے۔''

٧٣ھ میں انتقال ہوا۔ وفات سے چند دن پہلے حج کر کے آئے تھے۔

۷-حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر ۱۳ برس تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر ابنِ عباس کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہنے اور استفادہ کرنے کی وہ عمر ملتی جو ہمیں ملی ہے تو ہم میں سے کوئی ان کے علم کے دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچ سکتا، اور فرمایا کہ ابن عباس قرآن کریم کے بہترین ترجمان ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے ابن عباس اس امت میں قرآن کریم کی تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اپنے پاس بٹھاتے اور فرماتے ''میں نے خود دیکھا کہ ایک دن آپ کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا، سر پر دست مبارک پھیرا، آپ کے منہ میں اپنا لعاب لگایا اور فرمایا: ''اے اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمایئے اور علم تفسیر عطا فرمایئے۔''

۶۸ھ میں طائف میں انتقال ہوا۔ محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ پڑھایا اور کہا ''آج اس امت کا عالم ربانی چلا گیا۔''

۸- حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص قُرَشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی والدہ محترمہ کا نام ''رائطہ'' تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''عبداللہ، ابوعبداللہ اور اُمِ عبداللہ کا گھرانہ خوب گھرانہ ہیں۔''

اپنے والد سے پہلے اسلام لائے۔ بڑے عبادت گذار و صاحبِ علم تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث نقل کرنے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ احادیث سن کر لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

اسلام سے پہلے ان کا نام ''عاص'' تھا، اسلام لائے تو ''عبداللہ'' رکھا گیا۔
۶۵ھ میں مصر میں انتقال ہوا۔ اور وہیں سپردخاک کیے گئے۔

۹- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد یاسر یمن سے مکہ آئے، ابوحذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بنے اور ان کی باندی ''سُمیَّہ'' سے شادی کی، انہیں کے بطن سے ''عمار'' پیدا ہوئے تو ابوحذیفہ نے انہیں آزاد کردیا، اسی وجہ سے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''مولیٰ بنی مخزوم'' (بنی مخزوم کے آزاد کیے ہوئے) کہا جاتا ہے۔

حضرت عمار اور ان کے والد حضرت یاسر اوّل ایام میں ہی اسلام لائے ان کی والدہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ ان سب کو اسلام لانے کی وجہ سے بڑی اذیتیں دی جاتیں حتیٰ کہ ابوجہل نے حضرت سُمیَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قتل کردیا، یہ اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ ہیں۔

مہاجرین میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے والدین مسلمان ہوں سوائے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ ''آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا''

۳۷ھ میں واقعہ صفین کے دوران آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں تھے اور وہیں شہید کیے گئے، ۹۳ ترانوے سال عمر پائی۔

۱۰۔حضرت عبداللہ بن مسعود ہُذَلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکہ مکرمہ میں ابتدا ہی میں چھٹے نمبر پر اسلام لائے، دو ہجرتیں کیں، غزوہ بدر و دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک یہی سنبھالتے اس لئے ان کا لقب ''صاحبُ نَعْلِ رسول اللہ بھی ہے'' بڑے عظیم وفقیہ صحابہ میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں خلفائے راشدین کے بعد سب صحابہ سے بڑھ کر فقیہ ہیں، فقہ حنفی کا بیشتر مدار انہی پر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔

نوعمری میں جب اسلام لائے تو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم تو تعلیم یافتہ نوجوان ہو۔''

خود بیان کیا کہ میں نے قرآن کریم کی سَتّر سورتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی سیکھی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر میں بغیر مشاورت کے کسی کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔''

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا۔

۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے درج ذیل حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے احادیث نقل کی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حجاج بن مالک اسلمی، حضرت ابوامامہ، حضرت طارق بن شہاب، حضرت ابوالطفیل، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوثور فہمی، حضرت ابوجُحیفہ، حضرت ابورافع، حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی، حضرت عمرو بن حارث مصطلقی، حضرت قرہ بن ایاس، حضرت کلثوم بن مصطلق، حضرت ابوشریح خزاعی اوران کی زوجہ حضرت زینب بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

١١-حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان اُموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، یا پہلے سے مسلمان تھے مگر والد کے خوف سے اظہار نہیں کیا۔ ان کی ہمشیرہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواجِ مطہرات سے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایتِ حدیث میں خاص مرتبہ رکھتے تھے، صاحب فقہ، بڑے حلیم وسخی اور رموزِ سلطنت سے بخوبی آگاہ تھے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں شام کا گورنر بنایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انہیں اسی ذمہ داری پر برقرار رکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں بھی قائم رہے پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالحت سے خلیفہ بنے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سال گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے۔ رجب ٦٠ھ میں انتقال ہوا۔ ٩٨ برس عمر پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک چادر مبارک، ناخن اور بال مبارک بھی تھے، فرمایا مجھے اس چادر مبارک میں کفن دینا اور یہ بال و ناخن میری آنکھوں، منہ اور ناک میں رکھ کر اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن کے حوالہ کر دینا۔

١٢-حضرت معاذ بن جبل اَنصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے، بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں بڑے خوش شکل آدمی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چار آدمیوں کے پاس قرآن کریم جمع تھا۔ ١۔ اُبی بن کعب، ٢۔ معاذ بن جبل، ٣۔ زید بن ثابت، ٤۔ ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ''قرآن کریم چار آدمیوں سے سیکھو یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل سے'' تب سے میں ان چار بزرگوں سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حرام وحلال کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں''۔

۱۷ھ یا ۱۸ھ میں انتقال ہوا۔

۱۳-حضرت بلال بن رَباح تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والد کا نام رَباح ہے اور والدہ کا حمامۃ، کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے۔ بنو تیم کی غلامی سے آزاد ہوئے تھے اس لئے تیمی کہلائے۔

دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے، اسلام لانے کی وجہ سے کافر سرداروں کے ہاتھوں بڑی اذیتیں اٹھاتے رہے۔

غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزووں میں شریک رہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے، اس لئے ان کے نام کے ساتھ ''اَلْمُؤَذِّنُ'' بھی لکھا جاتا ہے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد شام چلے گئے اور دمشق میں سکونت اختیار کرلی۔ ساٹھ برس سے زائد عمر پاکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ۱۸، ۲۰ ہجری کے آس پاس طاعون عمواس میں انتقال ہوا۔

۱۴-حضرت جابر بن عبداللہ خزرَجی سَلَمِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن یا ابومحمد ہے۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ غزوہ بدر و اُحد میں تو مجھے والد صاحب نے شریک نہ ہونے دیا لیکن اُحد میں ان کی شہادت کے بعد جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک رہا۔

۷۷ھ یا ۷۸ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ۹۴ برس عمر پائی، آپ رضی اللہ عنہ سب سے آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۱۵- حضرت حکیم بن حزام قُرشی اَسَدِی، ابو خالد مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، ساٹھ سال زمانۂ جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ:

''میں واقعہ فیل سے تیرہ برس پہلے پیدا ہوا، مجھے وہ واقعہ یاد ہے جب جناب عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ فتح مکہ میں جس رات مکہ کے قریب تھے تو فرمایا:

''مکہ میں قریش کے چار آدمی ایسے ہیں جو مکہ والوں میں سے سب سے بڑھ کر شرک سے دور اور اسلام میں دلچسپی رکھنے والے ہیں۔''

عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا:

''عتاب بن اُسَید، جُبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو۔''

جب اسلام آیا تو قریشیوں کا دارالندوہ (پارلیمنٹ ہاؤس) حکیم بن حزام کے قبضہ میں تھا۔ انہوں نے بعد میں اسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا۔ ابن زبیر نے کہا آپ نے قریش کا ناموس بیچ دیا؟ فرمایا اب تقوی کے علاوہ سب بڑائیاں ختم ہوگئی ہیں، میں نے اس کے عوض جنت کا گھر خرید لیا ہے، کیونکہ یہ لاکھ درہم میں نے اللہ پاک کی راہ میں صدقہ کر دیئے ہیں۔

حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الانساب کے عالم تھے، کہا جاتا تھا کہ انہوں نے یہ علم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

۱۶۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام عامر ہے۔ابوعبیدہ کنیت ہے اور لقب امین الامۃ ہے۔والد کا نام عبداللہ تھا' لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجراح کے نام سے مشہور ہوئے۔سلسلہ نسب یہ ہے عامر بن عبداللہ بن الجراح ابن ہلال بن اُہیب بن ضبہ بن الحارث بن الفہر القرشی الفہری' حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں فہر پر حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ماں بھی اسی فہری خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور اسلام سے مشرف ہوئیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر مشرف بہ اسلام ہوئے' اور یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی حضرت ارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد قریشِ مکہ کے ظلم وستم سے دو مرتبہ ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے' پھر آخری دفعہ سب کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی' یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باہم بھائی چارہ کرادیا۔

غزوہ بدر میں حضرت ابوعبیدہ شجاعت و جانبازی کے ساتھ شریک ہوئے' ان کے والد بھی اس وقت تک زندہ تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے' انہوں نے بار بار خود اپنے لختِ جگر کو نشانہ بنانا چاہا' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑی دیر تک ٹالتے رہے' لیکن جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے تو بالآخر جوشِ توحید رشتہ داری پر غالب آ گیا اور ایک ہی وار میں ان کا کام تمام کر دیا۔غزوۂ خندق میں بھی شریک ہوئے۔

غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئیں تھیں جس سے سخت تکلیف ہوئی۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دانت سے پکڑ کر کڑیوں کو کھینچا' کڑیوں نے نکلتے نکلتے ان کے بھی دو دانت شہید کر دیئے۔

۶ھ میں جب قبیلہ ثعلبہ اور انمار نے قحط زدہ ہو کر اطراف مدینہ میں غارت گری شروع کی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ربیع الثانی کے مہینے میں چالیس

ان کے ساتھ ڈاکوؤں کے مرکزی مقام ذی القصہ پر چھاپہ مار کر انہیں بھگا دیا اور ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے جس نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔

اسی سال بیعت رضوان میں شریک ہوئے' پھر ۷ھ میں خیبر کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے' اور اس کی فتح میں شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔

اسی سال سرورِ کائنات نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جمعیت کے ساتھ ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا' وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے' اس لئے انہوں نے دربارِ رسالت سے کمک طلب کی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ امارت دو سو جنگی بہادر روانہ فرمائے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔

۸ھ میں مکہ فتح ہوا' پھر حنین اور طائف کی جنگیں پیش آئیں' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام معرکوں میں پیش پیش رہے۔

۹ھ میں اہل نجران نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر ایک معلم کی درخواست کی جو دین کی تعلیم و تلقین کے علاوہ ان کے جھگڑوں کے بھی فیصلے کرے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوعبیدہ اُٹھ'' جب وہ کھڑے ہوئے تو اہل نجران سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''یہ امت کا امین ہے' اس کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳ھ میں ملک شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا اہتمام کیا' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حمص پر' یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق پر شرحبیل کو اردن پر' عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فلسطین پر مامور کیا' اور ہدایت کی کہ جب سب ایک جگہ مجتمع ہو جائیں تو ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سپہ سالار رہوں گے۔

۱۸ھ میں متعدد ممالک میں طاعون کی وبا پھیلی خصوصاً شام میں اس نے بہت نقصان پہنچایا' یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتظام کے لئے دارالخلافہ چھوڑ کر مقام سرغ پہنچے' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے سرداروں نے یہاں استقبال کیا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شدت کی کیفیت سن کر پہلے مہاجرین اور پھر انصار سے مشورہ طلب کیا' سب نے مختلف رائیں دیں' اس کے بعد مہاجرین صحابہ سے جو عموماً قریش کے بوڑھے تجربہ کار لوگ تھے مشورہ چاہا' انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ سردست یہاں سے لوگوں کا منتقل ہو جانا مناسب ہوگا'

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منادی کرادی کہ میں کل صبح واپس جاؤں گا' سب ساتھ چلیں' چونکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت شدت کے ساتھ تقدیر کے قائل تھے' اس لئے ان کو یہ حکم ناگوار ہوا اور آزادی کے ساتھ کہا کہ "افرار امن قدر الله" یعنی تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عموماً حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اختلاف ظاہر کرنا ناپسند کرتے تھے' اس لئے انہوں نے کہا: ''کاش! تمہارے سوا کوئی دوسرا یہ جملہ کہتا، تو میں اسے تفصیل سے جواب دیتا مگر آپ کو فقط اتنا کہتا ہوں کہ ہاں تقدیر الٰہی سے بھاگتا ہوں لیکن تقدیر الٰہی کی طرف۔''

غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ واپس آئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر بلایا کہ کچھ دنوں کے لئے یہاں چلے آؤ' تم سے کچھ کام ہے' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طلبی کا مقصد سمجھ گئے اور لکھا کہ جو مقدر ہے وہ ہوگا۔ میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ کسی طرح ٹلنے کا نام نہیں لیتے تو پھر بتاکید لکھا کہ فوج کو لے کر کسی بلند اور صحت بخش مقام کی طرف چلے جاؤ' اس وقت جہاں پڑاؤ ہے وہ نہایت نشیبی اور مرطوب جگہ ہے' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب پر جابیہ منتقل ہو گئے۔

جابیہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاعون میں مبتلا ہوئے' جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ان کے اسلامی بھائی تھے اپنا جانشین بنایا اور لوگوں کو جمع کر کے ایک نہایت مؤثر تقریر کی' آخر میں فرمایا ''صاحبو! یہ مرض خدا تعالیٰ کی رحمت اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ہے' پہلے بہت سے صلحائے زمانہ اس میں جاں بحق ہو گئے ہیں اور ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اپنے خدا پاک سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے۔

نماز کا وقت آیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جانشین کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' ادھر نماز ختم ہوئی اور اُدھر امین الامت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داعی حق کو لبیک کہا' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور حاضرین کے سامنے ایک مؤثر و پر درد تقریر کے بعد کہا ''صاحبو! آج تم سے ایک شخص ایسا اٹھ گیا کہ خدا کی قسم

میں نے اس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، سیر چشم، عاقبت اندیش، باحیا اور خیر خواہِ خلق کبھی نہیں دیکھا، پس خدا سے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرو۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھاون برس کی عمر پائی۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انہوں نے تمام رقم فوج میں تقسیم کر دی اور اپنے لئے ایک دانہ بھی نہ رکھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا "الحمد للہ! کہ اسلام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔"

۱۷۔حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

والدہ کا نام خناس بنت مالک تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے ایک نہایت حسین و جمیل نوجوان تھے، ان کے والدین ان سے بہت محبت رکھتے تھے، خصوصاً ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز و نعمت سے پالا تھا، چنانچہ وہ اس زمانہ کی عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو استعمال فرماتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مکہ میں مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور نازوں کا پالا ہوا نہیں ہے۔"

ابتدائی دور میں اسلام لائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے چونکہ اس وقت مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی، اس لئے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی ماں اور خاندان والوں کو خبر کر دی، انہوں نے سنا تو محبت نفرت میں بدل گئی اور انہیں قید کر دیا۔

ایک عرصہ قید میں رہے۔ جب اس طرح کے مجبور وستائے ہوئے مسلمانوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی تو یہ بھی حبشہ ہجرت کر گئے۔

واپس آئے تو مدینہ کے مسلمانوں کی طرف سے کسی معلم بھیجنے کی درخواست جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی ہوئی تھی۔

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خدمت کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا اور چند اہم نصیحتوں کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچ کر حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیمِ قرآن و اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ پڑھنے والوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تو نماز و تلاوتِ قرآن کے لئے کبھی حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے گھر پر سب کو جمع کیا کرتے تھے' ایک روز حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب معمول بنی ظفر کے گھر میں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ عبدالاشہل کے سردار (حضرت) سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے رفیق (حضرت) اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ''اس داعی اسلام کو اپنے محلّہ سے نکال دو' جو یہاں آ کر ہمارے کمزور اشخاص کو گمراہ کرتا ہے' اگر اسعد سے میرا رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔'' یہ سن کر حضرت اسید نے نیزہ اٹھایا اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر غضبناک لہجہ میں کہا ''تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے کہ ضعیف رائے والوں کو گمراہ کرو؟ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ابھی یہاں سے چلے جاؤ''۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند آیات کریمہ تلاوت کر کے اس خوبی کے ساتھ اسلام کے اوصاف بیان فرمائے کہ تھوڑی ہی دیر میں اسید کا دل نورِ ایمان سے چمک اُٹھا اور بیتاب ہو کر بولے ''کیسا اچھا مذہب ہے! کیسی بہتر ہدایت ہے! اس مذہب میں داخل ہونیکا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''پہلے نہا دھو کر پاک کپڑے پہنو' پھر صدق دل سے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرو' انہوں نے فوراً اس ہدایت کی تعمیل کی اور کلمہ پڑھ کر کہا ''میرے بعد ایک اور شخص ہے جس کو ایمان پر لانا ہوگا' اگر وہ اس دائرہ میں داخل ہوگیا تو تمام قبیلہ عبدالاشہل اس کی پیروی کرے گا' میں ابھی اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔''

حضرت اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیظ و غضب کے عوض اسلام کی محبت خرید کر اپنے قبیلہ میں واپس آئے تو سعد بن معاذ نے دور ہی سے دیکھ کر فرمایا ''خدا کی قسم اس شخص کی حالت میں

ضرور تبدیلی آ گئی ہے۔'' اور جب قریب آئے تو پوچھا کہو کیا کر آئے؟'' بولے'' خدا کی قسم وہ دونوں ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے میں نے ان کو منع کیا تو وہ بولے کہ ہم وہی کریں گے جو تم پسند کرو گے' لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ بنی حارثہ اس وجہ سے اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے نکلے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے تاکہ اس طرح تمہاری تذلیل ہو' چونکہ بنی حارثہ اور عبدالاشہل میں دیرینہ عداوت تھی' اس لئے حضرت اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا داؤ چل گیا۔ (حضرت) سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جوشِ غضب سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لئے دوڑے' لیکن جب یہاں پہنچ کر بالکل سکون واطمینان دیکھا تو سمجھ گئے کہ اسید نے ان دونوں سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے محض اشتعال دلایا ہے' غرض نسبی ہمدردی کا جذبہ فوراً ہی تعصب میں بدل گیا اور غصہ سے بھرے ہوئے لہجہ میں بولے'' ابوامامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آتا' تمہیں ہمارے محلّہ میں علانیہ ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت کیسے ہوئی جنہیں ہم سخت ناپسند کرتے ہیں' حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نرمی سے جواب دیا کہ پہلے ہماری باتیں سنو' اگر پسند آئیں تو قبول کرو ورنہ ہم خود تم سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ سعد نے اس کو منظور کر لیا' تو انہوں نے ان کے سامنے بھی انتہائی خوبی سے اسلام کا نقشہ پیش کیا، سعد کا چہرہ نورِ ایمان سے چمک اُٹھا' اسی وقت مسلمان ہوئے اور جوشِ ایمانی میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ والوں کے پاس آئے اور سب سے بلند آواز میں سوال کیا ''اے بنی اشہل! بتاؤ میں کون ہوں؟'' انہوں نے کہا'' تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو'' بولے خدا کی قسم تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔''

اس طرح بنی الاشہل کا تمام قبیلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان رہے لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر آ گئے اور یہیں سے اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے' یہاں تک کہ خطمہ' وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر اسلام کے نور سے روشن ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوگئی تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ کی بناڈالی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مکہ آئے' ماں سے ملے اسے اسلام کی دعوت دی' مگر وہ نہ مانی اور کہا میں تیرے مذہب میں ہرگز داخل نہ ہوں گی۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ آنے کے بعد ذی الحجہ' محرم اور صفر کے مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی خدمت میں بسر کیے اور پہلی ربیع الاول کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارہ دن پہلے مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی۔

غزوۂ بدر میں مہاجرین کا سب سے بڑا علَم حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور غزوۂ احد میں بھی یہی مہاجرین کے علمبردار تھے۔

اسی جنگ میں مشرکین کے شہسوار ابن قمیہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس سے ان کا داہنا ہاتھ شہید ہوگیا' لیکن بائیں ہاتھ نے فوراً علَم کو پکڑ لیا' اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ. (آل عمران ع ۱۵)

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔''

ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی قلم تھا' لیکن اس دفعہ دونوں بازوؤں نے حلقہ کر کے علَم کو سینہ سے چمٹا لیا' اس نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور اس زور سے نیزہ مارا کہ اس کی انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی اور اسلام کا سچا فدائی قربان ہوگیا۔ ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر علَم کو سنبھالا اور آخر وقت تک شجاعانہ لڑتے رہے۔

لڑائی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ. (الآیۃ)

''مؤمنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔''

پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین و خوش پوشاک کوئی نہ تھا' لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال اُلجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے'' پھر ارشاد ہوا'' بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے۔''

اس زمانہ میں غربت و افلاس کی وجہ سے کفن بھی پورا نہ مل پایا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہو جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر کھل جاتا' بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا' پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈالی گئی۔

ان کا حلیہ کچھ یوں تھا۔ قد میانہ' چہرہ حسین' اعضاء نرم و نازک اور زلفیں نہایت خوبصورت تھیں۔

۱۸۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام جندب تھا اور لقب ''مسیح الاسلام'' والدہ کا نام ''رملہ'' تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ بنو غفار ڈاکے ڈالتا' جاہلیت میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی پیشہ تھا اور اس دور کے نہایت مشہور رہزن تھے' تن تنہا نہایت جرأت اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کی زندگی میں انقلاب آیا اور ایسا آیا کہ رہزنی ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی کی طرف مائل ہو گئے' چنانچہ ظہور اسلام سے پہلے جب سارا عرب ضلالت میں مبتلا تھا وہ خدا کی پرستش کرتے تھے' ان کی خدا پرستی لوگوں میں مشہور تھی چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی اطلاع دی' اس کے الفاظ یہ تھے کہ ''ابوذر مکہ میں تمہاری طرح ایک شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ وہ خود کہتے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے سے تین سال پہلے سے نماز پڑھتا تھا' لوگوں نے پوچھا کس کی نماز پڑھتے تھے' کہا خدا کی' پھر پوچھا ''کس طرح رخ کرتے تھے'' جواب دیا ''جس طرف خدا پھیر دیتا۔''

چونکہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاہلیت ہی سے راہ حق کے متلاشی تھے' اس لئے حق کی پکار سنتے ہی لبیک کہا۔ اسلام لانے والوں میں ان کا پانچواں نمبر ہے' ان کے اسلام کا واقعہ خود ان کی زبان سے مروی ہیں کہ جب میں قبیلہ غفار میں تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ مکہ میں کسی شخص نے نبوت کا

دعویٰ کیا ہے' میں نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بھیجا' وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا'' خدا کی قسم یہ شخص نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ اس بیان سے میری تسلی نہیں ہوئی' اس لئے میں خود مکہ چل کھڑا ہوا' وہاں پہنچا تو میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتا نہ تھا اور کسی سے پوچھنا بھی مصلحت نہ تھی' اس لئے خانہ کعبہ میں جا کر ٹھہر گیا اور زمزم کے پانی پر بسر کرنے لگا' اتفاق سے ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے' انہوں نے پوچھا تم مسافر معلوم ہوتے ہو' میں نے کہا ہاں وہ اپنے گھر لے گئے' لیکن مجھ سے ان کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی' صبح اٹھ کر میں پھر کعبہ گیا کہ لوگوں سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کروں کیوں کہ ابھی تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات سے بے خبر تھا' اتفاق سے پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے اور پوچھا کہ'' اب تک آپ کو اپنا ٹھکانہ معلوم نہیں ہوا'' میں نے کہا نہیں' وہ دوبارہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اس مرتبہ انہوں نے پوچھا' کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا اگر آپ اس کو راز میں رکھیں تو عرض کروں' فرمایا مطمئن رہو' میں نے کہا' میں نے سنا تھا کہ یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لئے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا مگر وہ کوئی تشفی بخش خبر نہ لایا' اس لئے اب میں خود اس سے ملنے آیا ہوں' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نے نیکی کا راستہ پالیا' سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ جس مکان میں میں جاؤں تم بھی میرے ساتھ چلے آنا' راستہ میں اگر کوئی خطرہ پیش آئے گا' تو میں جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤں گا اور تم بڑھے چلے جانا' چنانچہ میں ان کے ساتھ ہولیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے اسلام پیش کیجئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا اور میں اسلام کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذر ابھی تم اس کو پوشیدہ رکھو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ' میرے ظہور کے بعد واپس آنا' میں نے قسم کھا کر کہا میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا' ابھی لوگوں کے سامنے پکار کر اعلان کروں گا' یہ کہہ کر مسجد میں آیا' یہاں قریش جمع تھے' میں نے سب کو مخاطب کر کے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں' یہ سن کر ان لوگوں نے للکارا' چاروں طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا' یہ خطرناک منظر دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا' وہ مجھ کو بچانے کے لئے میرے اوپر گر پڑے اور ان لوگوں سے

کہا کہ تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو حالانکہ یہ قبیلہ تمہاری تجارت کی گذرگاہ ہے' یہ سن کر سب ہٹ گئے' دوسرے دن پھر وہی نعرہ لگایا اور پھر وہی ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے دو بھائی انیس اور اُمنا بھی ساتھ تھے وہ مکہ میں ماموں کے ہاں ٹھہرے اور ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے گئے۔

کچھ دن مکہ میں قیام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کے گھر واپس کر دیا اور فرمایا کہ میں عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہوں' اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم ابھی اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو' شاید ان کو فائدہ ہو اور اس کے صلہ میں تمہیں بھی اجر ملے' انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں روانگی کی تیاری شروع کر دی اور وطن کا سفر کرنے سے پہلے اپنے بھائی انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے' انہوں نے پوچھا کیا کر کے آئے' جواب دیا' اعترافِ صداقت کر کے اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا ہوں' سن کر وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے' یہاں سے دونوں تیسرے بھائی امنا کے پاس پہنچے' وہ بھی مشرف باسلام ہوئے' اس کے بعد تینوں وطن پہنچے اور دعوتِ حق میں اپنا وقت صرف کرنے لگے' آدھا قبیلہ تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آدھا ہجرت کے بعد مسلمان ہوا۔

غزوہ بدر' احد' خندق وغیرہ کے بعد یہ حضرات ہجرت کر کے مدینہ آئے۔

مدینہ کے قیام میں ان کا سارا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزرتا تھا اور ان کا محبوب مشغلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت تھی' خود کہتے ہیں کہ میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا تھا' اس سے فراغت کے بعد آ کر مسجد میں آرام کرتا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً تارک الدنیا اور تنہائی پسند تھے' اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو "مسیح الاسلام" کا لقب دیا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہوں نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کر لی۔

لیکن وہاں امراء سے بنتی نہ تھی۔ یہ بالکل سادہ وفقیرانہ حال میں رہتے تھے' مال جمع کرنے کو ناپسند سمجھتے' اس لئے دوسروں کو بھی ٹوکتے کہ مال کیوں جمع کرتے ہو اور مستقل اپنے اس طریقہ کی وجہ سے پریشان رہتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں انہیں مدینہ منورہ میں بلوالیا' مگر یہاں بھی اسی وجہ سے دوسروں کے ساتھ تنازعہ ہونے لگا۔

ایک دن ان کے سامنے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اس شخص کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے جو مال جمع کرتا ہے لیکن اس کی زکوٰۃ بھی دیتا ہے' اس کو خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتا ہے' کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایسے شخص کے بارہ میں مجھ کو بھلائی کی امید ہے' یہ سن کر ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بگڑ گئے اور کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ڈنڈا اٹھا کر بولے یہودی عورت کے بچے تو اس کو کیا سمجھ سکتا ہے' قیامت کے دن ایسے شخص کے قلب تک کو بچھو ڈسیں گے۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر میں مجبور ہو کر آپ سے کہا کہ آپ میرے پاس رہیے' دودھ والی اونٹنیاں صبح شام دروازہ پر حاضر کی جائیں گی' لیکن اس بے نیاز نے جواب دیا کہ مجھ کو تمہاری دنیا کی مطلق ضرورت نہیں' یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

لوگ آ آ کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب سے دیکھتے تھے' جہاں وہ جاتے ہر جگہ ہجوم ہو جاتا' اس سے حضرت ابوذر غفار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف ہوتی' شہر سے باہر ربذہ نام ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں قیام پذیر ہو گئے۔

۳۱ھ میں اسی ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔ ان کی اہلیہ محترمہ وفات کے حالات بیان کرتی ہیں کہ جب ان کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو میں رونے لگی' پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا کہ تم ایک صحرا میں سفر آخرت کر رہے ہو' یہاں میرے اور تمہارے پہننے کے کپڑوں کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے جو تمہارے کفن کے کام آئے' فرمایا رونا چھوڑو میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں' میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہیں وہ اسے آگ سے بچانے کے لئے کافی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کے سامنے جن میں ایک میں بھی تھا' یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی' میرے علاوہ ان میں سے سب آبادی میں مر چکے ہیں' اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں' اس لئے وہ شخص یقیناً میں ہی ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے اس لئے عام راستہ پر جا کر دیکھو یہ غیبی امداد ضرور آ رہی ہو گی' میں نے کہا اب تو حاجی بھی واپس جا چکے اور راستہ بند ہو چکا۔ فرمایا نہیں جا کر دیکھو' چنانچہ میں روزانہ ٹیلے پر

چڑھ کر کسی قافلہ کو دیکھنے جاتی تھی اور ان کی تیمارداری بھی کرتی تھی، اسی دوڑ دھوپ اور تلاش و انتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک دن دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے میں نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آ کر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے، میں نے کہا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں؟ میں نے کہا ہاں! وہ لوگ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، پہلے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن کا کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھ کو کفنانا اور قسم دلائی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھ کو نہ کفنائے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی سرکاری خدمت پر مامور رہ چکا تھا چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے بُنے ہوئے ہیں، ان ہی میں آپ کو کفناؤں گا، فرمایا ہاں تم ہی کفنانا۔

اس انصاری نوجوان نے ان کو کفن دیا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر سب نے مل کر اسی صحرا کے ایک گوشہ میں ان کو سپرد خاک کیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ اس طرح تھا۔ لمبا قد، رنگ سیاہی مائل، داڑھی گھنی، سر اور داڑھی دونوں کے بال سفید۔

۱۹۔ حضرت ابوہریرہ دُوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اصل خاندانی نام عبد شمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمیر رکھا۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک ''ہرّہ'' (بلی) پالی تھی، رات کو اسے ایک درخت پر بٹھا دیتا تھا اور صبح کو جب بکریاں چرانے جاتا تو ساتھ لے لیتا اور اس کے ساتھ کھیلتا، لوگوں نے یہ دیکھ کر مجھے ابوہریرہ کہنا شروع کیا۔

بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، اس لئے فقر و افلاس بچپن کے ساتھی بن گئے تھے، بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑے پر ملازم تھے اور خدمت یہ سپرد تھی کہ جب وہ کہیں جانے لگتے تو یہ پا پیادہ ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے اس کی سواری کے ساتھ چلیں۔ اتفاق سے بعد میں یہی عورت اُن کے نکاح میں آ گئی۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں قبول اسلام کے بعد اس کی تبلیغ کے لئے یمن لوٹ آئے۔ ان ہی کوششوں سے دوس میں اسلام پھیلا اور غزوۂ خیبر کے زمانہ میں یہ یمن کے اسی (۸۰) خانوادوں کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں مدینہ حاضر ہوئے، لیکن آپ اس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے، اس لئے یہ لوگ مدینہ سے خیبر پہنچے۔ اسی قبیلہ کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

خیبر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف با سلام ہوئے۔ بیعت اسلام کے بعد دامن نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے وابستہ ہوئے کہ مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا۔

متعدد غزوات میں شریک ہوئے، ان کا بیان ہے کہ میں جن جن لڑائیوں میں شریک رہا غزوۂ خیبر کے علاوہ ان سب میں مالِ غنیمت ملا۔

دولت اسلام سے مالا مال ہونے کے بعد فکر ہوئی کہ بوڑھی ماں کو بھی اس سعادت میں شریک کریں، مگر وہ برابر انکار کرتی رہیں، ایک دن حسب معمول ان کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے شانِ نبوت میں کچھ نامناسب الفاظ استعمال کئے، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کر کے ماں کے اسلام کے لئے دعا کی درخواست کی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی، واپس ہوئے تو دعا قبول ہو چکی تھی، والدہ اسلام کے لئے نہا دھو کر تیار ہو رہی تھیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر پہنچے تو ماں نے اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے ترانہ کے ساتھ ان کا استقبال کیا، یہ فوراً الٹے پاؤں خوشی سے روتے ہوئے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشارت ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی، خدا نے میری ماں کو اسلام کی ہدایت بخشی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث کے ساتھ بڑا شغف تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا، وہاں جا کر واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ اسی کے عہدہ پر واپس کرنا چاہا، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے، بڑے بڑے لوگ عیادت کو آتے تھے، حاکم وقت مروان بن حکم بھی آتا تھا، بیماری کی حالت میں زندگی کی کوئی آرزو باقی نہ رہی تھی۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کو آئے، ان کی صحت کے لئے دعا کی تو انہوں نے کہا خدایا اب دنیا میں نہ لوٹا پھر ابوسلمہ کو مخاطب کر کے بولے ''وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے، جب انسان موت کو سونے کے ذخیرہ سے زیادہ پسند کرے گا''۔ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ جب آدمی کسی کی قبر پر گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش بجائے اس کے یہ اس میں دفن ہوتا۔

اپنے آخری وقت میں تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایات دیں کہ عرب کے پرانے دستور کے مطابق میری قبر پر نہ خیمہ نصب کرنا اور نہ جنازہ کے پیچھے آگ لے چلنا اور جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا کہ اگر میں نیک ہوں گا تو جلد اپنے رب سے ملوں گا اور اگر بدقسمت ہوں گا تو ایک بوجھ تمہاری گردن سے دور ہوگا۔

۷۸ برس عمر پائی۔

حلیہ و سراپا کچھ اس طرح تھا۔ رنگ گندم گوں، شانے کشادہ، دانت چمکدار تھے اور سامنے کے دو دانتوں کے درمیان جگہ خالی تھی، زلفیں رکھتے تھے اور بالوں میں زرد خضاب بھی لگاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ میں تھے جو علم حدیث کے ستون سمجھے جاتے ہیں، آپ بالاتفاق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی علم حدیث میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کثرت روایت میں ان پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا برتن ہیں۔

۲۰۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''سعد'' اور ''ابوسعید'' کنیت ہے۔ ''خدری'' خاندانِ خُدرہ کی طرف نسبت ہے۔والد کا نام مالک بن سنان ہے۔

ان کے والد نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا جو پہلے عمان اوسی کی زوجیت میں تھیں، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔یہ ہجرت سے ایک برس پہلے کا واقعہ ہے۔

مالک بن سنان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ ہی میں اسلام قبول کیا،شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں، اس لئے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی۔

ہجرت کے پہلے سال مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے کاموں میں حصہ لیا۔غزوہ احد میں والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں گئے اس وقت ۱۳ برس کے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کمسن خیال کر کے واپس کیا، مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی۔اسی غزوہ میں حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یتیم ہوئے۔

باپ نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی، اس لیے بیٹے پر فاقہ کشی کی نوبت آ گئی، پیٹ پر پتھر باندھا، والدہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ، آج انہوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی دیں گے۔اس لئے خدمت اقدس میں پہنچے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کر دے گا، یہ سن کر کہا میری یاقوتہ اونٹنی (اونٹنی کا نام) موجود ہے پھر مانگنے کی کیا ضرورت؟ یہ سوچ کر واپس چلے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا۔اللہ تعالیٰ نے خوب دیا، یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت و ثروت میں بڑھ گئے۔

احد کے بعد مصطلق کا غزوہ پیش آیا، اس میں شریک ہوئے، اس کے بعد غزوہ خندق ہوا، اس میں پندرہ سال کے تھے۔عمر کی طرح ایمان کا بھی شباب تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میدان میں خوب داد شجاعت دی۔

ایک سریہ جس میں ۳۰ آدمی شامل تھے۔ کسی مقام کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے امیر تھے، راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور قریب کے گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ انہوں نے ضیافت کرنے سے انکار کیا۔ اتفاق سے سردارِ قبیلہ کو بچھونے ڈنگ مارا، لوگوں نے بہت علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ ان مسافروں کے پاس جاؤ شاید انہیں کوئی علاج معلوم ہو، چنانچہ وہ لوگ آئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں دَم کرسکتا ہوں لیکن ۳۰ بکریاں اجرت ہوگی۔ انہوں نے منظور کرلیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر سورۂ الحمد پڑھی اور زخم پر دم کردیا۔ وہ شخص بالکل اچھا ہوگیا اور چلنے پھرنے لگا۔ ان لوگوں نے بکریاں ان کے حوالے کردیں مگر ان سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے کہ نہیں۔ آخر یہ طے ہوا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا جائے، مدینہ پہنچ کر واقعہ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا واقعہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ دَم کا کام دیتی ہے؟ پھر فرمایا تم نے ٹھیک کیا، ان کو تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی رکھنا۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات میں ان کو شرفِ شرکت حاصل ہوا۔ عہد نبوت کے بعد مدینہ ہی میں قیام رہا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی وعثمانی میں فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں خارجیوں کے خلاف جنگ نہروان پیش آئی تو اس میں نہایت جوش سے حصہ لیا۔ فرماتے کہ ترکوں کی نسبت خوارج سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہوں۔

کثرت سے حدیثیں یاد تھیں، ان کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام جنہوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا یہ ہیں۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوامامہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عطاء، مجاہد، ابوعثمان نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابونصرہ، سعید بن سیرین، عبداللہ بن محریز، ابوالمتوکل ناجی وغیرہم۔

آپ کا حلقہ درس آدمیوں سے ہروقت معمور رہتا تھا، جو لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے انہیں بہت دیر سے موقع ملتا۔

چھیاسی برس عمر پا کر ۴۷ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی، بقیع میں دفن کیے گئے۔

۲۱- جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے ۴ سال ساڑھے ۹ ماہ بعد تولّد ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں حسن پیدا ہوئے تو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، ارشاد فرمایا ''مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے، فرمایا ''نہیں'' یہ ''حسن'' ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی فرماتے ہیں کہ حسن چہرہ سے لے کر ناف تک جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حسین ٹانگوں اور پاؤں میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

عقبہ بن حارث کہتے ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چند دنوں بعد میں عصر کی نماز کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکلا جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پہلو میں چل رہے تھے۔ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گذر ہوا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہتے ہوئے انہیں اپنی گردن پر اٹھالیا کہ ''یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل ہیں، علی کرم اللہ وجہہ کے نہیں'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سب میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ آتے اور جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں نیچے نہ اتارتے حتیٰ کہ وہ خود اتر جاتے، اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن کے آنے پر رکوع میں ہوتے تو وہ دونوں قدموں

کے درمیان داخل ہو کر دوسری جانب سے نکل جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لئے قدم کھول دیتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ میں حسن سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اسے اور اس سے محبت کرنے والے کو اپنا محبوب بنالیں۔''

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے کہ حضرت حسن آئے، ارشاد فرمایا:

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائیں گے۔''

عمیر بن اسحٰق کہتے ہیں میں ایک قریشی کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تیمارداری کے لئے گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر بیت الخلاء گئے، واپس آ کر فرمایا میرے جگر کا ٹکڑا بذریعہ پاخانہ نکلا ہے، مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے۔

عمیر کہتے ہیں اگلے دن پھر ہم انہیں دیکھنے کے لئے گئے تو ان کی حالت درست نہ تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ کر ان کے سرہانے بیٹھے اور پوچھا کہ اے بھائی! آپ کو کس نے زہر کھلایا ہے؟ فرمایا کیا آپ اسے قتل کریں گے؟ فرمایا ہاں، فرمایا:

''اگر تو مجھے زہر اسی نے دیا ہے جس کے بارے میں مجھے گمان ہے تو اللہ تعالیٰ زیادہ سخت بدلہ لینے والے ہیں، اور اگر درحقیقت وہ نہیں کوئی اور ہے تو میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی بے گناہ کو قتل کریں۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵۰ ھ کے آس پاس وفات پائی۔

۲۲-حضرت سلمان، اَلخَیر، فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اصل میں اصفہان کے تھے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت مسلمان ہوئے، سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے وطن سے مدینہ تک پہنچنے اور اسلام لانے کا قصہ بڑا طویل، دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات کی کتابوں میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ان کا خاندان آتش پرست تھا۔ ان کے والد اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ انہوں نے نوعمری میں آتش پرستی ترک کر کے نصرانیت قبول کر لی، جس کے سبب والد نے ایذائیں دیں یہ کسی طرح گھر سے نکلے اور تجارتی قافلہ کے ساتھ شام پہنچے، ایک راہب کے ہاں دین حق کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مقیم ہو گئے، وہ فوت ہوا تو دوسرے کے پاس پہنچے، اس کی وفات کے بعد تیسرے راہب کے ہاں پہنچے، ان کی وصیت کے مطابق نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں یثرب آئے، شام سے یثرب آنے کے لئے ایک تجارتی قافلہ کا سہارا لیا، مگر انہوں نے انہیں اپنا غلام بنا کر بیچ دیا۔

دس سے زائد آدمیوں کے غلام رہے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے بھی چرچا سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے علم کے مطابق جانچا تو دل نے گواہی دی کہ یہ ہی اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ اسلام لائے، غلامی سے آزاد ہوئے۔ اسلام ہی ان کا وطن ٹھہرا۔ اسلام ہی ان کا کنبہ و خاندان بنا اور یہ اسلام کے ہو گئے۔

تقریباً ۸۰ برس عمر پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مدائن میں وفات پائی۔

۲۳-حضرت عبداللہ بن ابی اَوفٰی، علقمہ بن خالد اَسلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوابراہیم ہے۔ حضرت زید بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خندق میں بھی شریک ہوئے۔

انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی ساری احادیث سن کر نقل کی ہیں۔ ۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ کوفہ میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ہیں۔

۲۴-حضرت سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ بن حارث ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں طائف کا گورنر بنایا تھا۔ انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں، پھر ان سے ان کے بیٹوں عاصم، عبداللہ، علقمہ، عمرو، ابوالحکم نے احادیث نقل کیں۔ ان کے ''محمد'' نام کے ایک پوتے ہیں انہوں نے بھی ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

۲۵-حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شعبان ۷ھ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

خود فرماتے ہیں کہ ''جب سے میں اسلام لایا ہوں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نماز کی اقامت ہوئی ہو اور میرا پہلے سے وضو موجود نہ ہو۔''

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں میں اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ ان کے ہاں آیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ طی کے ایک اور آدمی سے مخاطب رہے اور میری طرف توجہ نہ کی، میں سامنے ہوا اور کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا:

> ''ہاں میں آپ کو جانتا ہوں، آپ اس وقت ایمان لائے جب یہ سب کافر تھے۔ آپ نے اس وقت وفاداری قائم رکھی جب انہوں نے دھوکہ

کیا، آپ اس وقت آئے جب انہوں نے توجہ نہ کی تھی، اور سب سے پہلی زکوٰۃ جس سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرے چمک اٹھے وہ قبیلہ طی کی زکوٰۃ تھی جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔''

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معذرت کرنے لگے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے، بعض نے خلیفہ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا جن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کیا، مگر حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ اسلام پر ثابت قدم رہا اور اپنی زکوٰتیں خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن کی فتح میں شریک ہوئے۔ جَمل، صِفّین اور نہروان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہے۔ اس کے بعد ۶۸ ھ میں کوفہ میں انتقال ہوا۔

بڑے ہی متواضع ومنکسر المزاج آدمی تھے، جب سن رسیدہ ہو گئے تو مجلس میں بغیر نرم بچھونے کے نہیں بیٹھ سکتے تھے مگر اس کے لئے پہلے قوم والوں کو اپنا عذر بتا کر اجازت مانگی تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔

۲۶۔ حضرت عَرْفَجہ بن شریح اَشْجَعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف چند ایک احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جو چالیس احادیث میں سے ۳۲ نمبر پر ہے۔

پھر یہی حدیث ان سے جن حضرات نے آگے نقل کی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ زیاد بن علاقہ ۲۔ سلیمان بن حازم اشجعی ۳۔ وقدان ۴۔ ابویعفور عبدی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، عرفجہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرفجہ کندی بھی کہا جاتا ہے۔

۲۷-حضرت ثوبان حمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ثوبان غلام تھے۔یمن کے قبیلہ حمیر سے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا، اور فرمایا دل چاہے تو اپنے خاندان والوں میں چلے جاؤ، اور دل چاہے تو میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہو گے تو میرے اہل بیت میں تمہارا شمار ہوگا۔ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تعلق کو خاندان پر ترجیح دی، ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔

آقا کی زندگی تک مدینہ میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد شام چلے گئے، اور رملہ میں سکونت اختیار کر لی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ اس وجہ سے انہیں استفادہ کے زیادہ مواقع ملتے تھے۔ چنانچہ ۱۲۷اا حادیث ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں، جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو جماعت علم وافتا میں معروف تھی، اس کے ایک رکن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس فرمان کے بعد کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ ہوا، اس شدت سے اس پر عمل رہا کہ اگر سواری کی حالت میں کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر گر جاتا، تو خود اُتر کر اٹھاتے تھے اور کسی سے سوال نہ کرتے تھے۔

عہد فاروقی میں مصر کی فتوحات میں شریک ہوئے، پھر رملہ سے منتقل ہو کر حمص میں گھر بنا لیا اور یہیں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

۲۸-حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام نفیع ہے، والد کا نام مسروح، طائف کے ایک رئیس کی غلامی میں تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو عام اعلان فرمایا کہ جو آزاد شہری ہم سے مل جائے اسے امن ہے اور جو غلام آئے گا وہ آزاد ہے، یہ اعلان سن کر طائف کے بہت سے غلام اسلام کے دامن میں آ گئے، ان میں ایک ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، اعلان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرما دیا، لیکن آزادی کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہی کہتے رہے۔

لوگوں سے کہتے کہ میرے لئے یہ فخر کافی ہے کہ تمہارا دینی بھائی اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں، آزادی کے بعد ان کے پرانے آقا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا غلام میرے حوالے کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ خدا اور رسول کے آزاد کردہ ہیں، اس لئے اب واپس نہیں کئے جا سکتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب اختلاف ہوا اس وقت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے الگ تھلگ رہے۔

حتی الامکان دوسروں کو بھی ان خانہ جنگیوں میں شرکت سے بچانے کی کوشش کی، ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کو جا رہا تھا، راستہ میں ابوبکرہ ملے، پوچھا کہاں کا قصد ہے، اس نے کہا ابن عم رسول اللہ کی مدد کو جا رہا ہوں، ابوبکرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی سنا ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکالیں تو دونوں جہنمی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ میں وفات پائی۔

اگرچہ ابوبکرہ بہت آخر میں مشرف باسلام ہوئے لیکن چونکہ غلام تھے کوئی خاندان نہ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرچشمۂ فیض سے استفادہ کا کافی موقع ملا، چنانچہ ان سے ۱۳۲ حدیثیں مروی ہیں۔

آپ تقویٰ کا ایک مجسم پیکر تھے، عبادت و ریاضت مشغلہ حیات تھا، جو آخری سانس تک قائم رہا۔

۲۹-حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اسم گرامی "حارث" ہے اور لقب "فارسِ رسولِ اللہ" ہے۔

تقریباً ہجرت سے ۱۰ سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

اُحد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ ربیع الاول ۶ ہجری میں غزوہ ذی قرد میں ان کی شرکت نمایاں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں ذی قرد نامی ایک گاؤں میں چرا کرتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام رباح ان کے نگران تھے۔ قبیلہ غطفان کے لوگ آئے چند چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہانک کر لے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رباح کی مدد کے لئے تین سوار بھیجے سب سے آگے حضرت اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ پیچھے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت مقداد کندی گھوڑا اڑاتے چلے آرہے تھے۔ غطفانی سواروں کو دیکھ کر فرار ہو گئے، لیکن حضرت اَخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غطفانیوں کے پیچھے ہو لیے، آگے بڑھ کر ان میں اور ایک غطفانی میں مقابلہ ہو گیا جس میں حضرت اخرم شہید ہو گئے۔ غطفانی ان کا گھوڑا لے جانا چاہتا تھا کہ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا اور اس کا قصہ بھی پاک ہو گیا، یہاں سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصہ سن کر فرمایا "آج ابوقتادہ بہترین سوار رہے۔"

شعبان ۸ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب ۱۵ آدمیوں کو روانہ فرمایا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے امیر تھے۔ مقام خضرہ میں قبیلہ غطفان آباد تھا، جس کے لوگ ڈاکو تھے، اور مسلمانوں کے قدیم دشمن تھے۔ قبیلہ طاقتور تھا، بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور میدان کارزار گرم ہو گیا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لوگوں سے کہا کہ جو تم سے لڑے اس کو مارنا، ہر شخص سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہو گیا اور ۱۶ دن کے بعد مال غنیمت لے کر صحیح و سالم مدینہ واپس آئے، مال غنیمت میں ۲۰۰ اونٹ، ۲۰۰۰ بکریاں اور بہت سے قیدی تھے۔

غزوہ حنین میں لڑائی اتنی سخت تھی کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اُکھڑ گئے تھے لیکن حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں نہایت شجاعت دکھائی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ جمل وصفین دونوں میں شریک ہوئے۔
۳۸ ہجری میں خوارج کے خلاف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس فوج کے ساتھ فوج کشی کی تھی، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پیادوں کے افسر تھے۔

ایک آدمی پر ان کا کچھ قرض تھا، جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ ملاقات نہ کرتا، ایک روز گئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، پکار کر کہا، نکلو مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تم گھر میں ہو۔ جب وہ آیا تو نہ ملنے کی وجہ پوچھی، اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں تنگدست ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے اس کے ساتھ عیال دار بھی ہوں، پوچھا واقعی تمہارا حال خدا کی قسم ایسا ہی ہے، بولا ہاں، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کا قرض معاف کر دیا۔

۶۰،۵۰ ہجری کی دہائی میں انتقال ہوا۔

۳۰-حضرت مالک بن سنان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد ''سنان'' شہید کے لقب سے مشہور تھے، اپنے محلّہ کے رئیس بھی تھے ظہور اسلام سے پہلے وفات پا گئے۔

بیعتِ عقبہ کے بعد جب مدینہ میں اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی تو اسی دوران مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا، ساتھ ہی ان کی زوجہ بھی مسلماں ہوگئیں جو کہ بنونجار سے تھیں۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر خود بھی حاضر ہوئے اور اپنے بیٹے ابوسعید کو بھی ساتھ لے گئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو کم سن ہونے کی وجہ سے غزوہ میں شرکت کی اجازت نہ دی مگر حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ میں شریک ہوئے اور شہادت پائی۔

اسی غزوۂ اُحد میں جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہوا تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون صاف کیا مگر اس خون کو خود پی گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر کسی نے ایسا شخص دیکھنا ہو جس کے خون میں میرا خون شامل ہوا ہے
تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔''

انہوں نے اپنے بعد کوئی ترکہ نہیں چھوڑا اس لیے ان کے صاحبزادے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑی تنگی کے حالات آئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی برکت سے حالات کا رُخ پلٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے خوب وسعت عطا فرمائی۔

۱۳۱- حضرت مسطح بن اثاثہ قرشی مطلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعباد ہے، سلسلہ نسب یوں ہے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب ابن عبد مناف بن قصی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے، بدر سے قبل ہجرت کر کے مدینہ آ چکے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ بعد کے غزوات میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ غزوہ بنو مصطلق میں جس میں افک کا واقعہ پیش آیا یہ بھی شریک تھے اور جب منافقین نے یہ واقعہ مشہور کیا تو یہ بھی ان کے فریب میں آ گئے۔ جنگ سے واپسی کے بعد انہوں نے یہ واقعہ اپنی ماں سے بیان کیا۔ مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے، اس لئے وہ ان سے تعاون کرتے رہتے تھے، جب انہوں نے افک کے واقعہ میں شرکت کی اور قرآن پاک نے اس واقعہ کو جھوٹ قرار دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی امداد کرنا بند کر دی اور فرمایا کہ اب مسطح پر ایک دانہ بھی خرچ نہ کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (نور:۲۲)

''تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحبِ وسعت ہیں، وہ قرابت والوں محتاجوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو (مدد نہ دینے کی) قسم نہ کھائیں اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، مسلمانو! کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مدد کرے اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

اس آیت کے نزول کے بعد، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ سابق ان کی خبر گیری کرنے لگے۔

جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں لڑے اور اسی سال ۳۷ھ میں انتقال فرمایا، وفات کے وقت ۵۶ سال کی عمر تھی۔

۳۲-اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ''اُم عبداللہ'' رکھی۔ مگر آپ کی اولاد کوئی نہیں تھی۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے چوتھے یا پانچویں سال مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آٹھ سال کم سن تھیں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسے گھر میں آنکھ کھولی جو نورِ اسلام سے منور تھا۔ چنانچہ آپ خود فرمایا کرتی تھیں کہ:

> ''میں نے اپنے والدین کو ان کے مسلمان ہونے کی حالت میں ہی پہچانا۔''

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان خوش بختوں میں ہیں جنہوں نے اسلام کے ماحول میں جنم لیا۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نشو ونما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ہوئی جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت دی، اس نے اس میں توقف وتامل کیا سوائے ابوبکر بن ابوقحافہ کے جب میں نے ان سے اسلام کا ذکر کیا تو نہ انہوں نے توقف کیا نہ تامل۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی انہیں خصوصیات کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں خاص مقام ومرتبہ رکھتے تھے، جب کہ قریش کے ہاں بھی آپ ممتاز مقام کے حامل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ معزز، محبوب، ملنسار اور صاحب علم تھے۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا، لوگ ہر اہم معاملہ میں آپ سے مشاورت کرتے اور تعاون چاہتے تھے۔

یہ ہے وہ گھرانہ جس میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پرورش پائی اور اپنے والد محترم کے علوم و خصائل کا وافر حصہ پایا۔ والدین کے زیر سایہ گزاری جانے والی زندگی کا بیشتر حصہ مکہ مکرمہ میں بسر ہوا اور کچھ حصہ مدینہ منورہ میں بھی اس کے بعد حرمِ نبوی کے گلزار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا استقبال کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہ گئے تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت خولہ بنت حکیم بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکاح کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا آپ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ ارشاد فرمایا کہاں کروں؟ عرض کیا آپ باکرہ سے نکاح کرنا چاہیں تو بھی موجود ہے، ثَیِّبہ سے کرنا چاہیں تو بھی موقع موجود ہے۔ ارشاد فرمایا باکرہ کون ہے؟ عرض کیا آپ کی محبوب ترین شخصیت کی صاحبزادی عائشہ۔ ارشاد فرمایا ثَیِّبہ کون ہے؟ عرض کیا سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لا چکی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا دونوں سے ذکر کر دیکھو۔۔۔۔۔۔الخ۔

چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں جگہ ذکر کیا تو دونوں جگہ یہ پیغام ہزار شکریہ اور افتخار و سعادت کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

۱۰ سنہ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا جبکہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اس وقت چھ سال مکمل ہو چکی تھی۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود اپنی شادی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال ہو چکی تھی اور رخصتی اس وقت کی جب میری عمر نو سال ہو چکی تھی۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی باکرہ خاتون سے نکاح نہیں فرمایا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ۸ سنہ ھ میں اسلام لائے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل کے لئے بھیجا۔ وہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا ''عائشہ'' عرض کیا مردوں میں سے؟ ارشاد فرمایا ''ان کے والد''

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اپنی محبت اور ان کے حُسن کے سبب انہیں ''حمیراء'' فرماتے تھے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۱۷ر رمضان المبارک ۵۸ ھ منگل کی رات کو ہوئی۔

جب مرض الموت میں تھیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عیادت کے لئے آئے، انہوں نے آنے کی اجازت چاہی تو اجازت نہ دی اور فرمایا ''مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تعریف کرے گا، اس لئے نہ آئے'' کسی نے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ مسلمانوں کے معززین میں سے ہیں: فرمایا اچھا اجازت دے دو، وہ آئے تو پوچھا کیسی طبیعت ہے؟ فرمایا اگر تقویٰ پر قائم ہوں تو خیرت ہے، انہوں نے کہا آپ کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی۔ آپ کی پاکدامنی کی شہادت آسمان سے اتری۔

ایک اور روایت میں ہے محمد بن قاسم کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس آئے تو کہا ''اے اُم المؤمنین آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہم سے پہلے جا رہی ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ذکوان کہتے ہیں میں گیا تو حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سرہانے آپ کے بھتیجے عبداللہ کھڑے تھے، میں نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''رہنے دو مجھے ان کی تعریفوں کی حاجت نہیں ہے۔'' عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے کہا اے اماں جی ابن عباس آپ کے صالح بیٹے ہیں وہ آپ سے آخری ملاقات وسلام کے لئے آئے

ہیں۔فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو بلا لو۔ابن عباس آ کر بیٹھ گئے اور کہا ''بشارت ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبوبوں سے ملاقات میں صرف جسم سے روح کی جدائی کا ہی فاصلہ رہ گیا ہے۔'' فرمایا اے ابن عباس رہنے دو، انہوں نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی محبوبہ تھیں۔غزوۂ ابواء کے سفر والی رات میں آپ کا ہار گم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تلاش کے لئے رُک گئے۔صبح کی نماز کے لئے پانی دستیاب نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم والی آیت نازل فرما دی، یہ آپ ہی کی برکت تو تھی جس کے سبب امت کو یہ رخصت ملی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاکدامنی کی گواہی سات آسمان اوپر سے نازل فرمائی، قیامت تک مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کی پاکدامنی والی آیات کی بھی رات دن تلاوت ہوتی رہے گی۔'' حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ابن عباس رہنے دو، اللہ کی قسم میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میں کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتی۔

پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تدفین کی خواہش کا اظہار کرتیں لیکن بعد میں فرمایا میں اس قابل نہیں ہوں۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۱۷ رمضان کی شب نماز وتر کے بعد ہوئی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا حکم تھا کہ مجھے رات کے وقت دفن کیا جائے، سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا۔اس وقت مدینہ کا حاکم مروان تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات ہی میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔اس شب انصار و دیگر لوگوں کا اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ اس سے بڑا اجتماع پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔

ہشام بن عروۃ، احمد بن حنبل اور شباب عصفری کے مطابق سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات چھیاسٹھ سال کی عمر میں ۵۷ھ میں ہوئی تھی جبکہ معمر بن مثنی اور واقدی وغیرہ کے مطابق ۵۸ھ میں وفات ہوئی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم دنیا و آخرت میں میرے حرم میں ہو۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی جنت میں ہونے والی بیویوں میں سے کون کون ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''تم تو ہو ہی۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سوا کسی باکرہ عورت سے شادی نہیں کی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ:

''حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دنیا و آخرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سب ازواج سے زیادہ محبوب ہونا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی معروف امر تھا۔ اس لئے زیادہ تر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسی دن ہدیہ پیش کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں قیام فرمانا ہوتا تھا۔

اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوکن ہونے کے باوجود اس بات کا اقرار کرتی ہیں کہ:

''حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب مخلوق سے زیادہ محبوب تھیں۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں میں برتن سے پانی پی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ سے پیتے تھے جہاں سے میرا منہ برتن کو لگتا تھا اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہڈی کو گھما کر اسی جگہ سے گوشت لیتے جہاں سے میں نے لیا ہو۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے ازواجِ مطہرات میں قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکلا۔ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے ساتھ چلتے اور ان سے باتیں کرتے جاتے۔

ایک جگہ پڑاؤ کیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم میرے اونٹ میں ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ میں سوار ہو جاتی ہوں، پھر دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے باہمی رضا مندی سے ایسا کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس تبادلے کا علم نہ تھا۔

جب قافلہ چل پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے تو اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پایا۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سلام کیا اور ساتھ چلتے رہے۔

اِدھر حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کو بہت ہی محسوس کیا۔ جب اگلا پڑاؤ ہوا حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھاس میں اپنے پاؤں پھیلا کر کہا:

''اے پروردگار کوئی بچھو یا سانپ بھیجئے جو مجھے ڈس لے باقی آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تو میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے دس ہزار وظیفہ مقرر کیا مگر حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دو ہزار زیادہ دیا کرتے اور فرماتے:

''یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔''

کلیب کہتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''خَلِيلَةُ رَسُولِ اللّٰهِ'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عمرو بن غالب کہتے ہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں کسی آدمی نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کوئی بات کہی تو فرمایا:

''او قابلِ نفرت آدمی! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ کے درپے آزار ہو رہا ہے۔''

حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو کہتے:

''یہ حدیث مجھ سے صدیقہ بنت صدیق، اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبوبہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کی ہے جن کی براءت و پاکدامنی کی گواہی سات آسمانوں کے اوپر سے آئی ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سائرِ الطَّعَامِ.

''تمام خواتین پر عائشہ کی فضیلت اسی طرح ہے جس طرح تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے۔''

حضرت جبریل علیہ السلام حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام کیا کرتے تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے یہ جبریل آئے ہیں اور تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتیں وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں عدل وانصاف قائم رکھتے مگر پھر بھی یوں دعا کی کہ:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِيْ فِيْمَا لَا اَمْلِكُ.

''اے اللہ میری یہ تقسیم ان معاملات میں ہے جن میں میرا اختیار کارفرما ہے۔ جن معاملات میں میرے اختیار کو دخل نہیں ان میں مجھ سے مؤاخذہ نہ فرمائیے گا۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر میرا دل تمام ازواجِ مطہرات میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے تو یہ معاملہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاجابة فيما استدركته عائشة على الصحابة'' کے پہلے باب کی دوسری فصل میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چالیس خصوصیات ذکر کی ہیں انہیں میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی وہ حدیث بھی ذکر ہے جس میں فرماتی ہیں مجھے نو ایسی خصوصیات ملی ہیں جو حضرت مریم بنت عمران کے بعد کسی عورت کو نہیں ملیں۔

(۱) جبریل علیہ السلام میری تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور کہا ان سے نکاح کر لو۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے علاوہ کسی باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزارِ اقدس میرے گھر میں بنا۔

(۵) فرشتے میرے گھر کو گھیرے رکھتے ہیں۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی اترتی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لحاف میں ہوتی۔

(۷) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور خلیفہ کی بیٹی ہوں۔

(۸) میری براءت آسمان سے اتری۔

(۹) میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ ہے۔

۳۳- اُم المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے:

زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمر بن عبدالمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ھوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن خنیس بن عیلان الھلالیہ۔

بڑی رحم دل اور سخی تھیں۔ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اسی لئے ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوگئیں۔ طبرانی نے ابن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا اس وقت بھی ان کی کنیت ام المساکین تھی۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل سیدنا عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳ھ میں جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان کے مہینہ میں ہجرت سے ۳۱ ماہ بعد ان سے نکاح فرمایا۔ یہ آٹھ ماہ حریم نبوت میں رہیں اور ربیع الاخر کے اواخر میں ہجرت سے ۳۹ ماہ بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ماں کی طرف سے بہن تھیں۔ نکاح کے وقت ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) مہر مقرر ہوا۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عین عنفوان شباب میں تیس سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے پہلی بیوی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں انتقال فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

۳۴-اُم المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی۔

والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا جو مشہور صحابی رسول سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مظعون کی بہن تھیں۔ خود بھی صحابیہ تھیں۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعثت نبوی سے ۵ سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو السابقون الاولون (شروع زمانہ میں اسلام لانے والوں) میں سے ہیں، ابتدائے اسلام ہی میں دولت ایمان سے مشرف ہوئے، لہٰذا سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ماں باپ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں۔ بعد میں بنو سہم میں خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ سے نکاح ہوا۔ شوہر بھی مسلمان تھا گویا کہ آنکھ کھولتے ہی ہر طرف ایمان کے نور کی بارش ہو رہی تھی۔

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے شوہر خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مدینہ طیبہ کو ہجرت کی۔ ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا۔ سیدنا خنیس نے بھی اس میں شرکت کی۔ جنگ میں کچھ ایسے زخم آئے کہ انہی زخموں کی وجہ سے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیوہ ہونے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے نکاح کی فکر ہوئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی خواہش کی اس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المؤمنین بنیں۔

ایک روز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جب چند روز قبل آپ نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی پیش کش کی اور میں آپ کی بات سن کر خاموش رہا تو آپ کو

میری یہ خاموشی بلکہ بے التفاتی ناگوار گذری لیکن میرے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کیا تھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح نہ کرتے تو پھر میں اس کے لئے آمادہ تھ۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ شہید ہوئے تو میں نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حفصہؓ کے ساتھ نکاح کی پیشکش کی لیکن انہوں نے میری اس درخواست کو قبول نہ کیا۔ میں نے اس بات کا ذکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے عثمان سے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی پیشکش کی لیکن انہوں نے بے التفاتی سے کام لیا اور میری پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح تیری بیٹی سے زیادہ اچھی عورت سے کر دیا اور تیری بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ اچھے آدمی سے کر دیا۔''

ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ کے مطابق یہ نکاح ۲ھ میں ہوا اور زہری کی روایت کے مطابق ۳ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ سے نکاح کیا۔

اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شعبان ۴۵ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ گورنر مدینہ مروان بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دیر تک جنازہ کو کاندھا بھی دیا۔ پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے اور ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادوں عاصمؒ، سالمؒ، عبداللہؒ اور حمزہؒ نے قبر میں اُتارا۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۰ سال تھی۔

وفات کے وقت اپنے بھائی سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وصیت فرمائی اور غابہ میں موجود جائیداد جسے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے، کو صدقہ کر کے وقف کر دیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۶۰ احادیث منقول ہیں جو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھیں۔

یہ بات بھی سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت میں شمار کی جاتی ہے کہ ان کے خاندان کے سات آدمیوں نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ ان کے والد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، چچا زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے شوہر خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تین ماموں عثمانؓ بن مظعون، عبداللہ بن مظعون اور قدامہؓ بن مظعون اور ان کے ماموں کے بیٹے سائب بن عثمانؓ بن مظعون۔ یہ اعزاز سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خاص ہے۔

روایات میں ان کی ایک صفت یہ بھی آئی ہے۔

اَنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ.

وہ (حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صائم النہار اور قائم اللیل ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال کے وقت تک روزہ دار تھیں۔

۳۵- اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا اصلی نام زینب تھا، لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں آئی تھیں، اور عرب میں غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے اس لئے صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باپ اور ماں کی طرف سے سیادت حاصل ہے۔ باپ کا نام حی ابن اخطب تھا جو قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں کا نام ضرد تھا جو سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی۔ اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ سلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئیں، جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی، انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منتخب کیا۔

لیکن ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ آپ نے قریظہ کی رئیسہ دحیہ کو دے دی، وہ تو صرف آپ کے لئے مناسب ہے، مقصود یہ تھا کہ رئیسہ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں، چنانچہ حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا میں رسم عروسی ادا کی اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمائی، وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) میں داخل ہوگئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشہور واقعات میں حج کا سفر ہے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام محاصرہ میں جو ۳۵ھ میں ہوا تھا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی بے حد مدد کی تھی، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ضروریات زندگی روک دی گئیں، اور ان کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ تو وہ خود خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی طرف چلیں، غلام ساتھ تھا، لیکن جب حالات نے اجازت نہ دی تو گھر واپس آئیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانا اور پانی لے جاتے رہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ ایک لاکھ ترکہ چھوڑا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کئی حدیثیں مروی ہیں جن کو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں۔ چنانچہ حضرت صہیرہؓ بنت جیفر حج کر کے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ کی بہت سی عورتیں مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھیں، صہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہی مقصد تھا۔ اس لئے انہوں نے کوفہ کی عورتوں سے سوال کرائے، ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا تو بولیں اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر پوچھتے ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت تھی چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں: ''کاش آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی۔'' ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہیں آپ نے رونے کی وجہ پوچھی، انہوں نے کہا کہ ''عائشہ اور حفصہ کہتی ہیں

کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بھی ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارون علیہ السلام میرے باپ، موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر ہیں اس لئے تم مجھ سے افضل کیسے ہو سکتی ہو۔

۳۶۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال کی تھی۔

ابوالعاص بن ربیع سے جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے نکاح ہوا۔

نبوت کے تیرھویں سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل وعیال مکہ میں رہ گئے تھے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنی سسرال میں تھیں۔ غزوۂ بدر میں ابوالعاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری نے ان کو گرفتار کیا، اور اس شرط پر رہا کیے گئے کہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھیج دیں گے۔

ابوالعاص نے مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا، چونکہ کفار کے حملہ کا خوف تھا، اس لئے کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے تھے۔ مقام ذی طوی میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا، ہبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا، وہ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا، کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ ''اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا''۔ لوگ ہٹ گئے تو ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا اور کہا: ''تیر روک لو ہم نے کچھ گفتگو کرنی ہے۔''

انہوں نے تیر ترکش میں ڈال دیئے، ابوسفیان نے کہا ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں، اب اگر تم علانیہ لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ ہمیں کمزور کہیں گے۔ ہمیں زینب کو روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے اس وقت چوری چھپے لے جانا'' کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر مکہ واپس آئے، چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے، زیدؓ

بن حارثہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے بھیج دیا تھا۔ وہ مکہ سے باہر موجود تھے۔ کنانہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے حوالے کیا اور وہ ان کو لے کر روانہ ہو گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ میں آئیں اور اپنے شوہر ابوالعاص کو حالت شرک میں چھوڑا۔ جمادی الاول ۶ھ میں ابوالعاص قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ۱۷۰ اسواروں کے ساتھ بھیجا، مقام عیص میں قافلے سے آمنا سامنا ہوا، کچھ لوگ گرفتار کیے گئے۔ ان ہی میں ابوالعاص بھی تھے۔ ابوالعاص آئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو پناہ دی اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مال بھی واپس کرا دیا۔

ابوالعاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں حوالہ کیں اور اسلام لائے، اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ میں آئے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو حالت شرک میں چھوڑا تھا، اس لئے دونوں میں باہم تفریق ہوگئی تھی، وہ مدینہ آئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں۔

ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۸ھ میں انتقال کیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، خود قبر میں اُترے اور اپنے نور دیدہ کو خاک کے سپرد کیا۔ اس وقت چہرہ مبارک پر غم وصدمہ کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو اولادیں چھوڑیں، علی اور امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ بچپن میں وفات پائی لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے، ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی، فتح مکہ میں یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردیف تھے، امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرصہ تک زندہ رہیں، ان کی شادی ہوئی اور صاحب اولاد ہوئیں۔

۳۷-حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مشہور روایت کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو اس وقت تولد ہوئیں جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۳ برس تھی۔

نبوت سے پہلے ابولہب کے بیٹے (عتبہ) سے نکاح ہوا اور صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا عتیبہ سے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا: ''اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔'' دونوں بیٹوں نے باپ کے کہنے پر طلاقیں دیدیں۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردی۔

نبوت کے پانچویں سال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبش کی طرف ہجرت کی، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ گئیں، جب واپس آئیں تو مکہ کی سرزمین میں حالات زیادہ تنگ تھے۔ چنانچہ دوبارہ ہجرت کی۔ مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ ''میں نے ان دونوں کو حبشہ میں دیکھا ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ ''ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے زوجہ سمیت ہجرت کی ہے۔''

اس مرتبہ حبش میں زیادہ عرصہ تک مقیم رہیں، جب یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جہاں انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام کیا۔

۲ھ غزوۂ بدر کا سال تھا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانہ میں بدر کی تیاریاں کررہے تھے، غزوہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیمارداری کے لئے چھوڑ دیا۔ عین

اسی دن جس دن زید بن حارثہ نے مدینہ میں آ کر فتح کی خبر سنائی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لیکن جب واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہو کر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''عثمان بن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ۔''

حبش کے زمانہ قیام میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جسکا نام عبداللہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ انہی کے نام پر تھی۔ چھ سال تک زندہ رہے، ایک مرتبہ ایک مرغ نے ان کے چہرہ پر چونچ ماری تو زخم ہو گیا۔ اسی کی تکلیف سے انتقال ہو گیا۔ یہ جمادی الاول ۴ھ کا واقعہ ہے۔ عبداللہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۳۸۔ حضرت سیّدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں اور کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ نام کا علم نہیں ہے۔

۳ھ میں جب حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تامل کیا، لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ''میں تم کو عثمان سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں، تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیتا ہوں۔'' بہرحال نکاح ہوا اور نکاح کے بعد حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۶ برس تک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہیں۔

شعبان ۹ھ میں وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فضل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اتارا۔

۳۹-سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں، ایک روایت ہے کہ ابعثت میں پیدا ہوئیں۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، پیدا ہوئیں، بعض روایتوں میں ہے کہ نبوت سے تقریباً ایک سال پہلے پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور اگر ابعثت کو ان کا سال ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ کی ہوئیں تو ذی الحجہ ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔

نکاح سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہارِ رضامندی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟ بولے: کچھ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی؟ عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بس وہ کافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اس کو ۴۸۰ درہم پر فروخت کیا اور قیمت لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں۔

زرہ کے سوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بھیڑ کی کھال اور ایک یمنی چادر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نذر کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں۔ حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعدد مکانات تھے جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کر چکے تھے۔

انہوں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور میرے پاس جو کچھ ہے، سب آپکا ہے، خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے چنانچہ انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس میں اٹھ گئیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ سال کی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رحلت فرمائی۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں، اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں، اس لئے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا۔ وفات سے پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں تو ان سے کان میں کچھ باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کچھ کان میں کہا، تو ہنس پڑیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا تو فرمایا ''پہلی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ تو میں رونے لگی پھر فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آ کر ملوگی، تو میں ہنسنے لگی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کو ٦ ماہ گزرے تھے کہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ ''میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آ کر ملوگی'' پوری ہوئی، یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی۔

عورتوں کے جنازہ پر آج کل جو پردہ لگانے کا دستور ہے، اس کی ابتداء ان ہی سے ہوئی۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزاج میں انتہا کی حیا و شرم تھی، اس لئے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں، اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جگر گوشہ رسولؐ! میں نے حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے۔ آپ کہیں تو اس کو پیش کروں، یہ کہہ کر کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے حد خوش ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد حضرت زینب کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں، حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن ہی میں انتقال کیا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب سے زیادہ محبت تھی، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حلیہ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا جلتا تھا، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔ اور رفتار بھی بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار جیسی تھی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتبِ حدیث میں ۱۸ حدیثیں منقول ہیں۔ جن کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ان سے روایت کیا ہے، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اُم رافعؓ اور حضرت انسؓ بن مالک ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے تشریف لائے، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور استقبال کے گھر کے دروازے پر پردے لگائے، اور حضرت حسین اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں آئے تو اس دنیوی ساز وسامان کو دیکھ کر واپس ہو گئے، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے، بچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ میرے اہل بیت ہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان دنیوی آلائشوں سے آلودہ ہوں۔'' اس کے بدلے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا البتہ ان کے والد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے مستثنیٰ ہیں۔''

۴۰-حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق

اہلیہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے اٹھارہ مسلمانوں میں سے اٹھارہویں نمبر پر اسلام لائیں۔ یعنی قدیم الاسلام ہیں۔

انہیں "ذَاتُ النِطَاقَين" بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے ہجرت پر روانگی کے وقت جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا باندھنے اور مشکیزہ کا منہ باندھنے کے لئے اپنا کمر بند پھاڑ کر اس کے دو حصے کر لئے تھے۔ نطاقہ پٹکے یا کمر بند کو کہتے ہیں۔

ہجرت کی تو امید سے تھیں مدینہ منورہ میں جا کر ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ جو وہاں مہاجرین کے ہاں سب سے پہلی پیدائش تھی، اس پر سب مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔

عروہ کہتے ہیں میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گیا تو وہ نماز پڑھ رہی تھیں اور میں نے سنا کہ وہ یہ آیت پڑھ رہی تھیں "فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَ قَانَا عَذَابَ السَّمُوْم" الطور:۲۷ (تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچایا) اور جہنم سے پناہ کی دعا کر رہی تھیں۔ میں انتظار سے اُکتایا تو اٹھ کر بازار چلا گیا، جب واپس لوٹا تو ابھی تک وہ رو رہی تھیں اور جہنم سے پناہ کی دعا مانگ رہی تھیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر سو سال کی ہوگئی مگر نہ کوئی دانت گرا، نہ دماغی صلاحیتوں میں فرق پڑا۔ حجاج بن یوسف نے جب ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس کے چند دن بعد جمادی الاول ۷۳ھ میں انتقال کر گئیں۔

حسیر

معاشرتی فلاح، اصلاح و کردار سازی سے متعلق تیرہ عنوانات کے ضمن میں چالیس
احادیثِ نبویہ کا مطالعہ اور چالیس صحابہ وصحابیات (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی زندگیوں کے خاکے

ہدایت کے چراغ

خواجہ عبدالحی فاروقی

علامہ زاہد محمود قاسمی

297
3
91

BEACON BOOKS